دعوتِ انصاف
حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان
www.jannatikaun.com

دعوتِ انصاف
رئیس التحریر علامہ ارشد القادری
کچھ کم ایک صدی سے ساری
دنیا میں دیوبند اور بریلی کی مذہبی آویزش کا جو
شور برپا ہے اور جیسے ناخوشگوار اثرات پریس سے لیکر اسٹیج
تک پوری طرح نمایاں ہیں، وہ بلا وجہ نہیں ہے۔ اگر اس حقیقت
کی تلاش کیلئے آپ نے اپنے ذہن کا دروازہ کھلا رکھا ہے تو
اس مذہبی نزاع کی دو حقیقی بنیادیں پڑھئے جنہوں نے
امت کو دو ملتوں میں تقسیم کردیا ہے۔

تقدیم

از:۔ حضرت علامہ غلام یحییٰ انجم صاحب

شعبۂ تقابل ادیان، ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی

ایمان کی عینک لگا کر قرآن کا مطالعہ کیجیے تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہوگی کہ منصب رسالت کا احترام و ادب اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ وابستگی ایمان و اسلام کا سنگِ بنیاد ہے۔ یہ نہ ہو تو کلمہ و نماز اور عبادت و ریاضت سب کچھ بیکار ہے، یہ بات میں صرف حسنِ اعتقاد کی بنیاد پر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہی امر واقعہ ہے۔

کیونکہ منافقین کے نام سے قرآن میں ہم ایک قوم کا حال پڑھتے ہیں، جو کلمہ بھی پڑھتی تھی، مسجد نبوی شریف میں جماعت کے ساتھ نماز بھی ادا کرتی تھی، توحید و رسالت کی گواہی بھی دیتی تھی، صحابہ کے ساتھ جہاد کے سفر میں بھی نکلتی تھی، لیکن ان ساری باتوں کے باوجود قرآن انہیں مومن نہیں مانتا۔ بالکل کھلے لفظوں میں کہتا ہے وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ اور وہ مومن نہیں ہیں۔

مومن نہ ماننے کی وجہ قرآن یہ بیان کرتا ہے کہ ایمان کے لئے صرف زبان کا اقرار کافی نہیں ہے۔ بلکہ دل سے ماننا بھی ضروری ہے۔ دل اگر رسول کو رسول نہیں مانتا تو زبان کا اقرار بالکل بے سود ہے۔

منافقین کے دلوں کا حال بیان کرتے ہوئے قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ بیماری سے مراد بغضِ رسول

کی جلن ہے۔ جلن ہی کا نتیجہ ہے کہ منافقین جب رسول کی عظمت وفضیلت کی بات سنتے ہیں تو جلنے لگتے ہیں۔ اس مفہوم کی مزید وضاحت کرتے ہوئے قرآن ارشاد فرماتا ہے فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا۔ اپنے رسول کی سچائی اور عظمتِ شان کا اظہار فرماکر اللہ ان کی بیماری میں اور اضافہ کرتا رہتا ہے۔

یعنی ایسی آیتیں اتارتا ہے جن میں رسول کے فضائل ومحامد کا بیان ہوتا ہے۔ کفار پر غلبہ وفتح کی بشارتیں ہوتی ہیں۔ غیبی نصرت وتائید کے ایسے واقعات ظاہر فرماتا ہے کہ رسالتِ محمدی کی سچائی سورج کی طرح چمکنے لگتی ہے۔ جب جب بھی اس طرح کی کوئی نشانی ظاہر ہوتی ہے تو منافقین کی جلن اور بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح ان کی بیماری میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اتنی بات تو موٹی عقل کا آدمی بھی جانتا ہے کہ دل کی جلن ہمیشہ بغض کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ جب تک کسی کے دل میں کسی کی طرف سے بغض نہ ہو اسکی خوشی دیکھ کر جلنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ قرآن فرماتا ہے کہ کلمہ اور نماز پڑھنے کے باوجود منافقین کو مومن نہ ماننے کی وجہ یہ ہے کہ ایمان اور بغضِ رسول دونوں ایک دل میں کبھی جمع نہیں ہوسکتے۔ رسول کی عظمتِ شان کے اظہار سے جو جلتا ہے اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ وہ رسول کی طرف سے اپنے دل میں بغض رکھتا ہے۔

قرآن کی زبان میں منافقین کا جو حال اوپر بیان کیا گیا ہے اسے نظر میں رکھئے اور آج کی مسلم آبادیوں میں اپنے گردوپیش کا جائزہ لیجئے تو کہیں نہ کہیں ایک گروہ آپ کو ایسا ضرور ملے گا جس کے اندر منافقین کی ساری خصلتیں موجود ہیں۔ حضور اکرم سیّد عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کے اظہار سے منافقین کی طرح انھیں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ منافقینِ مدینہ کی تقلید میں یہ گروہ ہر وقت تنقیصِ شانِ رسالت کا جویاں رہتا ہے۔ قرآن وحدیث کے اوراق کا مطالعہ صرف اس جذبے میں کرتا ہے کہ کہیں سے اس بات کا ثبوت مل جائے کہ حضور ہماری طرح بشر ہیں۔

انھیں فلاں چیز کا علم نہیں تھا۔ انھیں فلاں بات کا اختیار نہیں تھا۔ وہ دنیا و آخرت میں ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔

منافقین مدینہ کی طرح یہ گروہ بھی ہر اس کام سے جلتا ہے جس میں حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت اور تکریم و تعظیم کا کوئی پہلو نکلتا ہے

مثال کے طور پر محفل میلاد اور قیام و سلام سے اس گروہ کو اتنی سخت نفرت ہے کہ بڑے بڑے گناہوں سے بھی شاید اتنی نفرت نہیں ہوگی۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ بھول چوک یا نفس کی شرارت سے دوسرے گناہوں کا ارتکاب تو وہ کر لیتے ہیں۔ لیکن میلاد اور قیام و سلام میں شرکت ان کے نزدیک ایسا سخت گناہ ہے جو کبھی ان سے صادر نہیں ہوتا۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ محفلِ میلاد میں صرف اللہ و رسول کا ذکر ہوتا ہے۔ اور قیام میں درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ انصاف سے دیکھا جائے تو ان دونوں چیزوں میں گناہ کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی سخت نفرت کی وجہ کیا ہے؟

اس حدیث کی روشنی میں جہاں میلاد و قیام کرنے والے خوش عقیدہ مسلمانوں کے متعلق یہ بشارت ہاتھ آئی کہ وہ حضور سے محبت کرنے والا گروہ ہے وہیں منکرین کے خلاف یہ مفہوم بھی ابھر کر سامنے آگیا کہ جس کو کسی سے نفرت ہو جاتی ہے وہ اس کے ذکر سے بھی نفرت کرنے لگتا ہے۔

مدینے کے منافقین اور دورِ حاضر کے منکرین کے مزاج کی ہم آہنگی کو سامنے رکھئے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اہلِ سنّت اور دیوبند کا موجودہ مسلکی اختلاف کچھ آج کا نیا حادثہ نہیں ہے بلکہ اس کا سلسلہ مدینہ کی تاریخ سے جڑا ہوا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اہلِ دیوبند منافقین کے کردار کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جبکہ اہلِ سنّت کو صحابۂ کرام کی جاں نثاری اور محبتِ رسول کا حصہ ملا ہے۔ جذبۂ محبت ہی کا یہ ثمرہ ہے کہ حضور جانِ رحمت دلنور کی تعریف و توصیف سن کر ہماری بانچھیں کھل جاتی ہیں اور ہماری

روحیں مسرتوں کے کیف و سرور میں ڈوبنے لگتی ہیں۔ والہانہ جذبے میں جب ہم یا رسول اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم یہاں نہیں مدینے میں ہیں لیکن دوسری طرف دل کی کبیدگی کے نتیجے میں منہ لٹک جاتا ہے، سینہ جلنے لگتا ہے اور ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے کسی نے دل میں کانٹے چبھو دیئے ہیں۔

جس کتابچے پر پیشِ لفظ لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اس کا نام "دعوتِ انصاف" ہے۔ یہ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری بانی و مہتمم جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی کی تصنیف لطیف ہے۔ حضرت علامہ کی قلمی ذہانت اور ان کی سحر انگیز طرز تحریر سے اپنے اور بیگانے سبھی واقف ہیں۔ علمائے اہلسنت اور علمائے دیوبند کے مذہبی نزاع پر علامہ کی یہ کتاب مدلل، سنجیدہ، اور شائستہ پیرائیہ بیان کا نہایت خوبصورت مرقع ہے۔ اس موضوع پر حق کے متلاشیوں کے لئے اتنی فکر انگیز اور دلربا تحریر اب تک میری نظر سے نہیں گزری ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کے مطالعے سے ذہن و فکر کی بہت ساری گرہیں کھل جائیں گی اور شکوک و شبہات کی تاریکیوں میں بھٹکنے والوں کو یقین و تسکین کا اجالا میسر آئے گا۔

یہ بھی کتاب کی اثر انگیزی اور قبول عام کی بات کہی جائے گی کہ لاہور کے دو علمی اور تبلیغی اداروں، انجمن غلامانِ مصطفٰے اور ادارہ معارف نعمانیہ نے ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر اردو داں طبقے میں دور دور تک مفت تقسیم کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ کتاب کے ناشرین کا یہ تعارفی کلمہ پڑھنے کے قابل ہے۔

> "علمی و تحقیقی ذوق رکھنے والے اپنے اور بیگانے حضرت مبلغ اسلام رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری کے محققانہ اور ناقدانہ مزاج سے خوب اچھی طرح واقف ہیں۔

حضرت علامہ کی متعدد تصانیف اور تحریرات مثلاً زلزلہ، تبلیغی جماعت، زیر زبر، زلف و زنجیر، آئینۂ حقیقت، جماعت اسلامی، تعزیراتِ قلم، شریعت، نقشِ خاتم، عصرِ حاضر میں منکرینِ رسالت کا گروہ، محمد رسول اللہ قرآن میں، اور دہلی سے سہارنپور تک کا ایک سفرنامہ وغیرہ اہلِ علم کی نظر میں تحقیق و تنقیح کا اعلیٰ مقام حاصل کر چکی ہیں۔

زیرِ نظر مقالہ "دعوتِ انصاف" حضرت علامہ کا ایک انتہائی نازک و سنگین مسئلے پر عظیم علمی و تحقیقی کارنامہ ہے۔ یہ مقالہ عام مصنفین کی طرزِ تحریر سے ہٹ کر لکھا گیا ہے۔

ادارہ اپنے تمام رفقاء سمیت اس عظیم الشان مقالہ کے قلمبند کرنے پر حضرت علامہ کا تہِ دل سے شکر گزار ہے۔ اور اللہ کریم کے حضور التجا کرتا ہے کہ وہ اس عظیم کتاب کے صلہ میں حضرت مصنف کو اجرِ کثیر سے نوازے۔ ان کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے اور اس کتاب کے ذریعہ مسلمانانِ عالم کو حق و باطل میں تمیز پیدا کرنے کی سمجھ عطا کرے۔ آمین

محمد عمر فاروق مصطفوی

لاہور۔ ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ

بھولے بھالے مسلمانوں کو عصرِ حاضر کے منافقین سے باخبر رکھنے کے لئے ضرورت ہے کہ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچایا جائے۔ کیونکہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و تکریم کے دشمن اس زہریلے سانپ سے بھی زیادہ خطرناک ہیں جس سے راستہ چلنے والے انجان مسافروں کو باخبر کرنا ہم اپنا اخلاقی اور انسانی فرض سمجھتے ہیں۔

اہلِ سنت کی تمام چھوٹی بڑی تنظیموں اور اداروں سے میں پُر زور اپیل کرتا ہوں

کہ وہ اپنے حلقوں میں اس کتاب کو مفت تقسیم کریں۔ اپنوں کو بھی دیں اور بیگانوں تک بھی پہنچائیں، ہوسکتا ہے انھیں بھی ہدایت نصیب ہو۔ کیونکہ کردار و عمل کی ہزار خرابیوں کے باوجود اپنے محبوب آقا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کو والہانہ محبت اور ان کی عزت و ناموس پر کٹ مرنے کا جذبہ آج بھی ان کے اندر اتنی وارفتگی کے ساتھ موجود ہے کہ ہم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ بے خبری میں وہ بھلے ہی غلط فہمی کا شکار ہو جائیں لیکن یہ جان لینے کے بعد کہ فلاں گروہ گستاخِ رسول ہے، وہ اسے ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اجمعین

احقر
غلام یحییٰ انجم
۱۵/ دسمبر ۱۹۹۳ء دہلی

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور کا تبصرہ

مورخہ ۱۰/ دسمبر ۱۹۹۳ء

"حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کی شخصیت دینی و علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ وہ بھارت کے نامور عالمِ دین اور بلند پایہ مصنف ہیں اور اب تک ان کی متعدد کتابیں شائع ہو کر عوام و خواص سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "دعوتِ انصاف" ان کی تازہ ترین علمی کاوش ہے جس میں انھوں نے ایک انتہائی نازک موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اور تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ ان کا اندازِ تحریر بڑا عام فہم اور اثر انگیز ہے۔

فی الحقیقت یہ اپنے موضوع پر ایک اونچے درجے کی کتاب ہے مختصر ہونے کے باوجود اس میں حیرت انگیز جامعیت ہے۔

حضرت علامہ صاحب نے جس جذبہ کے تحت اپنی گزارشات پیش کی ہیں اگر دینی جماعتوں کے رہنما ان اصولوں کو اپنا لیں تو آج امتِ مسلمہ کو اتحاد کی خوشی نصیب ہو سکتی ہے"

ہماری اس کتاب کی اشاعت ان کرم فرماؤں کیلئے ہے

❁ جو حوصلہ و ہمت اور خلوص وللٰہیت کے جذبہ کے ساتھ علماء اہلِ سنّت و علماء دیوبند کے مابین اختلافات کو جاننا چاہتے ہیں اور اتفاق و اتحاد کی اصل رکاوٹوں کو دور کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔

❁ جو اپنی نجی مجلسوں اور پرائیوٹ میٹنگوں میں اس سنجیدہ اور اصولی اختلافات کو مولویوں کے چکر، پیٹ کے دھندے، کھانے پینے کے حیلے، شکم پرستی اور اس قسم کے ملے جلے القابات سے یاد کرکے، دادِ تحسین وصول کرکے خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔

❁ جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اختلافات کو سمجھنے اور دور کرنے کے لئے کسی قسم فکر و مفاہمتی کوشش کرنے کو وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں۔

❁ جو علماء اہلسنت و علماء دیوبند کے اختلافات کو محض جزوی یا فروعی یا لفظی خیال کرتے ہیں۔

❁ جو رات دن اپنی تمام تر علمی و تحقیقی صلاحیتیں گستاخانہ وکفریہ الفاظ و عبارات کی توضیح و تشریح و تاویل کرنے میں صرف کررہے ہیں۔ گویا ان وضاحتوں کے رہ جانے سے دین شاید ادھورا رہ جائے۔

❁ جو علماء اہلسنّت و علماء دیوبند کے اختلاف (راہِ اتفاق و اتحاد کی سب سے بڑی رکاوٹ) کو زیرِ تحقیق لانے کو تضیع اوقات سمجھتے ہیں اور اتحاد و اتفاق کے داعی بھی ہیں۔

❁ جو تیجہ، ساتہ، چالیسواں، مزاراتِ مقدسہ کی حاضری کو علماء اہلسنت و علماء دیوبند کے مابین اصل وجہ اختلاف سمجھتے ہیں۔

❀ جو گستاخی و بے ادبی اور اہانت و تحقیر والی عبارات پر مشتمل کتابیں اور لٹریچر چھاپ کر تقسیم کرنے اور فروخت کرنے کو دین کی بہت بڑی خدمت سمجھ بیٹھے ہیں۔

❀ جو مذہبی اختلاف کا نام سن کر تلملا اٹھتے ہیں لیکن اپنے دفتری کاروباری مسائل و معاملات میں اختلاف کو برداشت کرتے اور انہیں خوش اسلوبی سے حل کرنے میں اپنے تمام تر جانی و مالی مسائل کو صرف کر دیتے ہیں۔

❀ جو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اب حالات اس قسم کے ہیں کہ متنازعہ عبارات و مسائل پر بحث و تمحیص نہیں کرنی چاہیئے لیکن اپنا یہ مفید مشورہ ان اداروں کو نہیں پہنچاتے جو رات دن اس قسم کا متنازعی اور اختلافی لٹریچر چھاپتے رہتے ہیں۔

❀ جو مسئلہ تعظیم نبی[1]، مسئلہ مقام و مرتبہ رسول[1]، مسئلہ خصائص رسول[1]، مسئلہ عظمت صحابہ[2] و اہلِ بیت، مسئلہ ولایت اور دیگر مسلّمہ مسائل اسلام و اہلِ سنت کو فرقہ واریت کا نام دے کر دانستہ و غیر دانستہ کفر و الحاد و زندیقیت کی حمایت کر رہے ہیں۔

❀ جو اصل وجوہ اختلاف سمجھتے ہوئے ملک گیر سطح پر کوئی ایسا لائحہ عمل پیش کرنے کا جذبہ صادقہ رکھتے ہوں جس سے اختلاف کی خلیج کو کم سے کم کرنے اور اتفاق و اتحاد کی طرف پیش رفت کی جا سکے۔ آمین بجاہِ نبی الامین صلی اللہ علیہ وَآلہٖ وَاصحابہٖ وَسلّم

محمد عمر فاروق مصطفوی

لاہور
۲۲ ذوالحجہ سنہ ۱۴۱۳ھ

[1] صَلَّی اللّٰہ عَلَیہ وسَلَّم
[2] رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الصادق الامین الکریم

علمائے دیوبند کے لئے پہلے سے اگر کوئی نرم گوشہ آپ کے دل میں موجود ہے تو اس کتاب کے مطالعہ کا آپ پر قدرتی ردِ عمل یہ ہوگا کہ آپ غصے کی جھنجھلاہٹ میں اسے بند کرکے کہیں ایک طرف رکھ دیں گے۔ لیکن اگر آپ بردبار، معاملہ فہم اور صاحبِ فکر سلیم ہیں اور واقعات کی تہہ میں اتر کر حقائق کی تلاش کا جذبہ اعتدال کے ساتھ آپ کے اندر موجود ہے تو آپ یہ جاننے کی ضرور کوشش کریں گے کہ علماء دیوبند کے خلاف ایک ملک گیر محاذِ جنگ کی بنیاد آخر کیونکر پڑی۔ بحث و مناظرہ کے وہ حقیقی اسباب و علل کیا تھے جن کے زیر اثر سالہا سال تک پورے ملک میں یہ معرکے گرم رہے۔

یہ نزاع دو چار آدمیوں تک محدود ہوتا تو اسے شخصی یا خاندانی مفادات کی آویزش کہہ کر نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ لیکن علمائے دیوبند کے خلاف مذہبی پیکار کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ملک ہی نہیں۔ بیرونِ ملک کا بھی بہت بڑا خطہ اس کی لپیٹ میں ہے۔ مساجد سے لے کر مدارس تک مذہبی زندگی کے سارے شعبے اس اختلاف سے اس درجہ متاثر ہیں کہ

دیہات سے آفاق تک پوری قوم دو ملتوں میں تقسیم ہوگئی ہے۔ اس لئے اس ہمہ گیر اختلاف کو دیوبند اور بریلی کا شخصی نزاع قرار دے کر اس کے حقیقی محرکات سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی۔
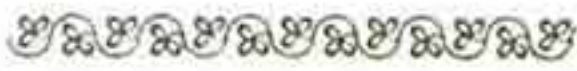
نہایت افسوس اور قلق کے ساتھ مجھے ہندو پاک کے مسلم مورخین سے یہ شکوہ ہے کہ انھیں آج تک یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ غیر جانبداری کے ساتھ علمائے دیوبند کے خلاف ان مذہبی بے چینیوں کی صحیح بنیاد معلوم کرتے جو ملک و بیرونِ ملک کے کروڑہا کروڑ مسلمانوں کے درمیان نصف صدی سے پھیلی ہوئی ہیں۔ اور جس کے نتیجے میں مسلم معاشرہ ایک نہ ختم ہونے والے روحانی کرب اور ذہنی و فکری انتشار کا شکار ہے۔ ہماری مظلومی کے ساتھ اس سے بڑھ کر دردناک مذاق اور کیا ہوسکتا ہے کہ عین بے خبری کی حالت میں ہمارے احتجاج کو فتنہ انگیزی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اپنے غم و غصہ اور اپنے جذبے کی بیتابیوں کا اظہار ہر مظلوم کا واجبی حق ہے۔
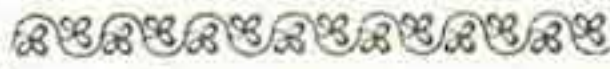
اتنی تمہید کے بعد اب ہم اس مذہبی نزاع کی پوری تفصیل اس امید کے ساتھ اہلِ علم کے سامنے پیش کر رہے ہیں کہ وہ اس کی روشنی میں نزاع کے اصل محرکات کا پتہ چلائیں گے۔ بالفرض نگاہوں پر بوجھ ہو جب بھی یہ سرگزشت صبر و تحمل کے ساتھ پڑھئے کہ حقیقت کا متلاشی کسی گروہ کا طرفدار نہیں ہوتا۔

علمائے دیوبند کے ساتھ علمائے اہلسنت کے اختلافات کی تین مضبوط بنیادیں

کچھ کم ایک صدی سے ساری دنیا میں دیوبند اور بریلی کی مذہبی آویزش کا جو شور برپا ہے اور جسکے ناخوشگوار اثرات پریس سے لے کر اسٹیج تک پوری طرح نمایاں ہیں۔ وہ بلاوجہ نہیں ہے۔ اگر اس حقیقت کی تلاش کیلئے آپ نے اپنے ذہن کا دروازہ کھلا

رکھا ہے۔ تو ذیل میں اس مذہبی نزاع کی وہ تحقیقی بنیادیں پڑھئے جنہوں نے امت کو دو ملتوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

پہلی بنیاد

اپنی مذہبی سرشت کے اعتبار سے مسلمان کا جو والہانہ تعلق اپنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محترم ذات سے ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اس کا ایمان اپنے رسول کی بارگاہ میں اتنا مؤدب اور حساس ہے کہ رسول کی حرمت پر ذرا سی خراش بھی اسے برداشت نہیں۔ ناموسِ رسول کی تحفظ کیلئے ہندوستان کے مسلمانوں نے ہر دور میں جس والہانہ جذبے کے ساتھ اپنی فدا کاریوں کا مظاہرہ کیا ہے وہ تاریخ کا جانا پہچانا واقعہ ہے۔ حبِّ رسول کی وارفتگی کا یہ رخ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی گستاخ کے خلاف غم وغصہ اور نفرت وغضب کے اظہار کے سوال پر کبھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ نشانے پر کون ہے۔ باہر کا ہو یا اندر کا جس نے بھی رسول کی شان میں گستاخانہ جسارت کا اظہار کیا مسلمانوں کی غیرتِ ایمانی کی تلوار اس کے خلاف بے نیام ہو گئی۔

آج ملعون رشدی کی زندہ مثال آپ کے سامنے ہے۔ رسول کی حرمت پر حملہ کر کے اس نے سارے عالمِ اسلام کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ قابلِ رشک ہیں وہ شہیدانِ محبت جو رشدی کے خلاف اپنی غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آقا کی عزت پر قربان ہو گئے

علمائے دیوبند کے خلاف بھی ہمارے غم وغصہ کی سب سے بڑی بنیاد یہی ہے کہ انکے اکابر نے اپنی بعض کتابوں میں رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں سخت گستاخ کلمات استعمال کئے ہیں جس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

(۱) علمائے دیوبند کے مذہبی پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور اکرم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ پاک کو رذائل اور حیوانات وبہائم کے علم سے تشبیہ دی ہے جسکے وہ خود بھی اقراری مجرم ہیں۔

اہلِ علم و ادب زبان کے اس محاورے سے اچھی طرح واقف ہیں کہ محترم چیزوں کے ساتھ کسی چیز کی تشبیہ سے عظمت و تکریم کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ اور جب رذائل کے ساتھ کسی چیز کی تشبیہ دی جاتی ہے تو اس سے توہین و تنقیص کے معنی نکلتے ہیں۔ اردو زبان کے محاورات میں تشبیہ و تمثیل کا یہ ضابطہ اتنا شائع اور ذائع ہے کہ کوئی صاحبِ علم اس کے ان معانی و مطالب کے استلزام سے انکار نہیں کر سکتا۔

اس بنیاد پر ہمارا دعویٰ شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ مولانا تھانوی بارگاہِ رسالت کے گستاخ ہیں۔ انھوں نے رسولِ پاک کے علم شریف کو رذائل کے علم سے تشبیہ دے کر اہانتِ رسول کے خوفناک جرم کا ارتکاب کیا ہے۔
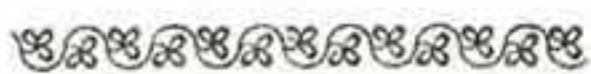
(۲) علمائے دیوبند کے دوسرے اور تیسرے مذہبی پیشوا مولانا خلیل احمد انبیٹھوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی نے براہین قاطعہ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ زمین کے علمِ محیط کے سوال پر شیطان کا علم رسول اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ شیطان کے مقابلے میں جو شخص رسول کی وسعت علم کا عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے۔ کیونکہ شیطان کے علم کی وسعت پر قرآن و حدیث ناطق ہیں۔ رسول کے علم کی وسعت پر نہ قرآن میں کوئی دلیل ہے اور نہ حدیث میں۔

اس میں قطعاً دو رائے نہیں کہ شیطان کے مقابلے میں رسولِ پاک کے علم کی تنقیص ایک کھلا ہوا کفر اور ایک کھلی ہوئی گستاخی ہے۔

اسی طرح یہ کہنا بھی کھلی ہوئی گستاخی اور کھلا ہوا کفر ہے کہ شیطان کے مقابلے میں جو شخص رسولِ پاک کی وسعتِ علم کا عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے لیکن یہی عقیدہ شیطان کے علم کے بارے میں رکھنا شرک نہیں۔

اسی طرح یہ کہنا بھی رسولِ پاک کی صریح تنقیص ہے کہ رسولِ پاک کے علم کی وسعت پر قرآن و حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیکن شیطان کے علم کی وسعت پر قرآن میں بھی

دلیل ہے اور حدیث میں بھی۔

(۳) علمائے دیوبند کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے اپنی کتاب "تحذیر الناس" میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کیا ہے۔ جبکہ حضور کو خاتم النبیین ہونے کی حیثیت سے آخری نبی ماننا قرآن سے بھی ثابت ہے اور حدیث سے بھی۔

بلکہ اپنی کتاب میں انھوں نے یہاں تک لکھدیا ہے کہ حضور کے زمانے یا حضور کے بعد بھی اگر کسی نئے نبی کا آنا فرض کیا جائے جب بھی حضور کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ حالانکہ یہ بات آسانی سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی نئے نبی کے آنے کی صورت میں حضور کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ باطل ہو جاتا ہے۔ مولانا نانوتوی کی یہی وہ کتاب ہے جسے قادیانی حضرات مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے جواز کا پیش خیمہ قرار دیتے ہیں۔

واضح رہے کہ ختم نبوت کے مسئلے میں علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارا اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی اور بنیادی ہے۔ اور یہ اختلاف حرمت و حلت کا نہیں بلکہ کفر و اسلام کا ہے۔

دعوتِ انصاف

دیوبندی علمار کے ساتھ ہمارے اختلاف کی یہ پہلی بنیاد ہے جو ان کی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ آپ کے سامنے ہے۔ واضح رہے کہ اس بنیاد کا تعلق اہانتِ رسول اور انکارِ ضروریاتِ دین سے ہے۔ جس کے کفر ہونے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے۔ قرآن کی بیشمار آیتیں اس عقیدے پر شاہد عدل ہیں کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہلکی سی گستاخی بھی اسلام اور ایمان کے رشتے کو منقطع کر دیتی ہے۔ علم اور عبادت کی کوئی فضیلت گستاخی کے انجامِ بد سے کسی کو ہرگز نہیں بچا سکتی۔

اس موقعہ پر اپنے قارئین سے یہ ضرور عرض کروں گا کہ اکابر دیوبند کی ان اہانت آمیز تحریروں کو آپ اس زاویۂ نظر سے ہرگز مت پڑھئے کہ یہ دیوبند اور بریلی کی ایک مذہبی نزاع ہے۔ بلکہ مطالعہ کرتے وقت اپنی فکر کو اس نقطے پر مرکوز رکھئے کہ اکابر دیوبند کی ان عبارتوں کی ضرب براہِ راست رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وحرمت پر پڑتی ہے۔ ان کے گستاخ قلم کا حملہ علمائے بریلی پر نہیں بلکہ خاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ محترم پر ہے۔

اگر خدانخواستہ آپ نے ان تحریروں کا مطالعہ اس نقطۂ نظر سے کیا کہ یہ دیوبند اور بریلی کے نام سے دو مکتبِ فکر کے علماء کا باہمی جھگڑا ہے تو جذبے کا والہانہ تقدس باقی نہیں رہے گا جو اپنے رسول کی حمایت میں کسی کے خلاف دوٹوک فیصلہ کرنے کے لئے مطلوب ہے۔

میری اس گذارش کا مدعا صرف اتنا ہے کہ اپنی کسی محبوب شخصیت کے مقابلے میں "رسول" کو ترجیح دینے کا سوال خود آپ کے اپنے ایمان کا تقاضا ہونا چاہئے۔ اس لئے علمائے بریلی کو آپ ایک طرف رکھئے۔ اور خود اپنے "مومن ضمیر" سے دریافت کیجئے کہ اکابر دیوبند کی ان تحریروں سے رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی حرمت مجروح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور دین کے اصول وضروریات سے انحراف کا پہلو واضح ہوتا ہے یا نہیں؟ ان کی یہ تحریریں کسی اجنبی زبان میں نہیں ہیں کہ آپ کو کسی مترجم کی ضرورت پیش آئے۔ وہ سیدھی سادھی اردو زبان میں ہیں جنہیں آپ بھی سمجھنا چاہیں تو سمجھ سکتے ہیں۔ ہماری طرف سے حوالوں کی نشاندہی پر آپ کو اعتماد نہ ہو تو اصل کتاب منگوا کر دیکھ لیں وہ آج بھی کتب خانوں سے دستیاب ہو جاتی ہیں۔
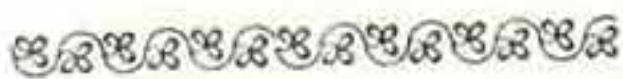
اب رہ گیا علمائے بریلی کا سوال تو اس سلسلے میں ان کا کردار اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کہ اکابر دیوبند کی ان اہانت آمیز عبارتوں کو پڑھنے کے بعد جو انھیں

ناقابل برداشت اذیت پہنچی اور جس روحانی کرب کے اضطراب میں وہ اچانک مبتلا ہوگئے اس کے ردّ عمل کا اظہار انھوں نے برملا کیا۔ تعلقات کی کوئی مصلحت اس راہ میں انھیں حائل نہیں ہوئی۔

اسکے بعد انھوں نے دیوبند کے ان اکابرین سے براہِ راست رابطہ قائم کیا اور دلائل کی روشنی میں ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی ان کفری عبارتوں سے جو تنقیص شانِ رسالت اور انکار ضروریاتِ دین پر مشتمل ہیں اعلانیہ توبۂ صحیحہ شرعیہ کریں اور اپنی کتابوں سے ان دلآزار عبارتوں کو نکال دیں۔ لیکن ان کی جھوٹی عزت وشہرت اس راہ میں حائل ہوگئی اور انھوں نے عار کو نار پر ترجیح دی۔

گستاخانِ رسول کے درمیان ایک قدرِ مشترک

سلسلۂ کلام سے ہٹ کر ایک بات اپنے قارئین کرام کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں۔ امید کہ انتظار کا یہ لمحہ آپ کو بارِ خاطر نہ ہوگا۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محترم میں گستاخی کرنے والوں کی تاریخ کا جب آپ مطالعہ کریں گے تو ہر گستاخ کی بد سرشت قدرِ مشترک کے طور پر آپ کو ہر جگہ نظر آئے گی کہ دل کے جذبۂ نفاق کے زیر اثر جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا کوئی کلمہ ان کی زبان وقلم سے نکل جاتا ہے تو بازپرس کرنے پر ایک شرمسار مجرم کی طرح وہ اپنے کلمۂ کفر سے توبہ کرنے کے بجائے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کیلئے غلط سلط تاویل اور سخن پروری کے جذبے کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔

عہدِ رسالت میں بھی منافقین مدینہ کا یہی رویّہ تھا۔ چنانچہ ایک سفر سے واپسی کے موقع پر جب منافقین نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا کوئی کلمہ استعمال کیا۔ جب صحابۂ کرام کے ذریعہ حضور تک یہ بات پہنچی اور حضور نے منافقین سے اس کے متعلق بازپرس فرمایا تو انھوں نے اعترافِ جرم اور توبہ ومعافی کے بجائے بات بنانے، تاویل کرنے اور حیلے بہانے تراشنے کا رویّہ اختیار کیا۔ چونکہ اسوقت نزولِ وحی

کا سلسلہ جاری تھا اس لئے فوراً ان کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ حیلے بہانے مت بناؤ۔ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر نزولِ وحی کا سلسلہ جاری نہ رہتا تو ان کے جھوٹ کا پردہ فاش نہ ہوتا اور کلمہ پڑھ کر مسلم معاشرے میں اپنے کفر کو چھپائے رکھتے۔

سخن پروری کی تازہ مثال

منافقینِ مدینہ کا یہ کردار عہد حاضر میں آپ دیکھنا چاہتے ہوں تو جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے پرو وائس چانسلر کا قضیہ پڑھئے۔ انھوں نے کسی انگلش میگزین کو انٹرویو دیتے ہوئے سیکولر کہلانے کے شوق میں ملعونِ زمانہ رشدی کی کتاب کے بارے میں اپنے اس خیال کا اظہار کیا کہ حکومتِ ہند نے اس کتاب پر جو پابندی عائد کی ہے اسے اٹھا لینا چاہئے کیونکہ ہر شخص کو اپنی رائے کے اظہار کا بنیادی طور پر حق حاصل ہے۔

اس فقرے کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ رشدی نے اپنی ملعون کتاب میں جو اہانتِ رسول کی ہے اس پر اس سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسے اپنی رائے کے اظہار کا بنیادی طور پر حق حاصل ہے۔ دوسرے لفظوں میں اپنے اس فقرے کے ذریعہ مشیر الحسن نے اہانتِ رسول کی کھلی ہوئی حمایت کی ــــــ جامعہ اسلامیہ کے غیور اور سرفروش طلبہ قابلِ تحسین و تکریم ہیں کہ جب انھوں نے انٹرویو پڑھا تو ایک گستاخِ رسول کی حمایت کی بنیاد پر وہ تحفظِ ناموسِ رسالت کے جذبے میں مشیر الحسن کے خلاف پوری طرح صف آرا ہو گئے اور انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ چونکہ گستاخ کا حامی گستاخ ہی ہوتا ہے اس لئے مشیر الحسن کو اس کے منصب سے ہٹایا جائے۔ ہم ایسے دل آزار شخص کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کریں گے۔

چونکہ یہ مسئلہ ناموسِ رسول کا تھا اس لئے جامعہ ملیہ کے اساتذہ کی بڑی تعداد نے بھی ہر طرح کے نتائج سے بے پرواہ ہو کر طلبہ کے موقف کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ دہلی کے مسلمانوں تک جب اس قضیہ کی تفصیل پہنچی تو ہر طرف مشیر الحسن کے خلاف

نفرت و بے زاری کی لہر دوڑ گئی اور طلبہ کے مطالبے میں شہر کے عوام بھی شریک ہو گئے۔ ذاکر نگر کی انجمن رضانے جس جذبۂ سرفروشی کے ساتھ مشیر الحسن کے خلاف اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا اور جامعہ کے طلبہ کی حوصلہ افزائی کی اور انھیں صحیح مشورے دیئے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

لیکن دار العلوم دیوبند کے علماء؟

صرف دار العلوم دیوبند کے علماء جن میں مولوی سالم صاحب ابن قاری طیب صاحب اور مولوی احمد علی قاسمی اور ابناء قدیم دار العلوم دیوبند کے ورکنگ جنرل سکریٹری مولوی فضیل احمد کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان تمام حضرات کے نزدیک مشیر الحسن کی گستاخی ثابت نہیں ہے ـــــ جیسا کہ روزنامہ "قومی آواز" دہلی کی مورخہ ۱۸/ مئی ۹۲ئہ کی اشاعت میں انکے مشترکہ بیان کے الفاظ یہ ہیں۔

"طلبہ کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ دیکھنا چاہئے کہ جس کو شاتمِ رسول (گستاخِ رسول) کہا جارہا ہے وہ واقعتاً شاتمِ رسول ہے کہ نہیں" ـــــ

کس قدر افسوس اور قلق کی بات ہے کہ جامعہ ملیہ کے طلبہ کو جو عالمِ دین نہیں ہیں، جامعہ ملیہ کے اساتذہ کو جو عالم دین نہیں ہیں اور دہلی کے مسلمانوں کو مشیر الحسن کی گستاخی سمجھ میں آگئی۔ لیکن دار العلوم دیوبند کے علماء اس گستاخی کو سمجھنے سے قاصر رہے۔

حالانکہ قومی آواز کی اسی اشاعت میں اخبار کے آخری صفحہ پر مشیر الحسن کی بابت شیخ الجامعہ مسٹر بشیر الدین احمد کی ایک اپیل شائع ہوئی ہے جس کا یہ حصہ مشیر الحسن کے جرم پر بھرپور روشنی ڈالتا ہے۔

"جامعہ کے پرو وائس چانسلر پروفیسر مشیر الحسن نے اس کتاب (رشدی کی کتاب) پر عائد پابندی اٹھانے سے متعلق جو اظہار خیال کیا ہے۔ وہ چونکہ باعث تکلیف ہے اور اسکی وجہ

سے ناراضگی اور احتجاج کی ایک فضا پیدا ہوگئی ہے"۔

وائس چانسلر کی اسی تحریر سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ مشیر الحسن کے خلاف طلبہ کا الزام بے بنیاد نہیں ہے۔ کیونکہ پابندی اٹھانے کی بات انھوں نے اسی بنیاد پر کی ہے کہ ہر شخص کو بنیادی طور پر اظہارِ خیال کی آزادی حاصل ہے۔ اس لئے سلمان رشدی نے پیغمبر اسلام کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اپنے حق کا جائز استعمال کیا ہے۔ لیکن سخت افسوس ہے کہ اتنی وضاحت کے باوجود دارالعلوم دیوبند کے یہ علماء مشیر الحسن کو بے گناہ سمجھ رہے ہیں۔ ان کے پاس ان کی بے گناہی کی جو سب سے بڑی دلیل ہے وہ یہ ہے۔ پڑھیے اور خون کا گھونٹ پیجیے۔

"اس شخص کو شاتمِ رسول (گستاخِ رسول) کہا جا رہا ہے۔ وہ وضاحت کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ وہ اس گناہ سے بری ہے اور حضور کا مکمل احترام اپنے قلب میں رکھتا ہے"

دارالعلوم دیوبند کے ان علماء کی کج فہمی پر سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے کہ انھیں یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ کسی دعوے کے ثبوت کے لئے مجرم کا اقرار ضروری نہیں ہے۔ اس کا بیان اور بیان کے الفاظ دعوے کے ثبوت کے لئے بہت کافی ہیں۔ ورنہ بتایا جائے کہ اسلامی تعزیرات کی تاریخ میں کس گستاخ کو اقرارِ جرم کی بنیاد پر سزا دی گئی ہے۔ تاریخ میں جسے بھی سزا ملی ہے اس کے الفاظ و بیان ہی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ کیا دارالعلوم دیوبند کا دارالافتاء یہ ثابت کرسکتا ہے کہ کلمۂ کفر کی بنیاد پر جس کی بھی اس نے تکفیر کی ہے اس سے کفر کا اقرار کروایا ہے۔ لیکن مشیر الحسن کے بارے میں سوا اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ جذبۂ حبِّ رسول پر مشیر الحسن کی حمایت کا جذبہ اگر غالب نہ آگیا ہوتا تو دارالعلوم دیوبند کے یہ علماء ایسی کچی بات ہرگز نہ کہتے۔ کس مصلحت نے انھیں مشیر الحسن کے حق میں صفائی کا وکیل بنا دیا ہے اسے وہی بتا سکتے ہیں۔

ہم نے تو یہ قصہ صرف اسی لئے چھیڑا ہے تاکہ ہمارے قارئین اس بات کو سمجھ سکیں

کہ جذبۂ حبِّ رسول کسی گستاخ کے خلاف کس طرح اہلِ ایمان کو متحد کرتا ہے اور جن لوگوں کا سینہ اس مقدّس جذبے سے خالی ہے وہ گستاخ کی حمایت کے لئے کتنی بے حیائی کے ساتھ رکیک اور مضحکہ خیز تاویلوں کا سہارا لیتے ہیں۔
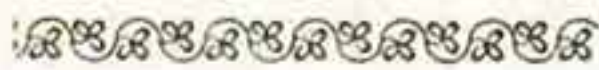
گستاخانِ رسول کی سرشت اور ان کے حامیوں کا ذہن و کردار سمجھانے کیلئے میں اپنے اٹھائے ہوئے سلسلۂ کلام سے بہت دور نکل آیا۔ اب پھر پچھلے اوراق میں آپ اکابرِ دیوبند کے خلاف اہانتِ رسول کے الزامات کی بحث سے اپنے ذہن کا رشتہ جوڑ لیں۔

ٹھیک اسی طرح اسوقت بھی دیوبند کے علماء نے اپنے اکابر کی گستاخیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے معاندکارویّہ اختیار کرلیا اور سخن پروری کے جذبے سے مسلح ہوکر وہ میدان میں اتر آئے اور پوری قوت کے ساتھ عوام میں اس بات کی تشہیر کرنے لگے کہ اہانتِ رسول کے الزام سے ہمارا دامن بالکل پاک ہے۔ یہ سارا جھگڑا علمائے بریلی کا کھڑا کیا ہوا ہے۔ انھوں نے ہمارے اکابر کے خلاف اہانتِ رسول کا جو الزام عائد کیا ہے وہ بالکل جھوٹا اور بے بنیاد ہے۔

ان کے پاس ذرائع ابلاغ اور مالی وسائل کی کمی نہیں تھی۔ جب ان کے اس جھوٹے پروپیگنڈہ سے عوام متاثر ہونے لگے تو ان کا جھوٹ فاش کرنے کے لئے مجبوراً ہمیں بحث و مناظرہ کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ تاکہ عوام کی عدالت میں بالکل آمنے سامنے یہ حقیقت آشکار ہوجائے کہ ان کے اکابر کے خلاف اہانتِ رسول کا الزام جھوٹا نہیں بلکہ امرِ واقعہ ہے۔

چنانچہ ہر مناظرے کی مجلس میں انھی کے مناظر علمائے کے سامنے ان کی کتابوں سے وہ اہانت آمیز عبارتیں صفحہ اور سطر کی نشاندہی کے ساتھ پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی رہیں اور ان کے علماء نے کبھی یہ نہیں کہا کہ یہ کتابیں ہمارے اکابر کی تصنیف کردہ نہیں ہیں

اور یہ عبارتیں ان کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔

بحث و مناظرہ کے ان معرکوں سے بڑا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ ملک کے عوام کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح اتر گئی کہ اکابرِ دیوبند کے خلاف اہانتِ رسول کا الزام بے بنیاد نہیں ہے اور یہ بھی لوگوں نے واضح طور پر محسوس کرلیا کہ علمائے اہلِ سنّت کا یہ سارا اضطراب اور تحریر و تقریر کے ذریعہ ان کی بے چینیوں کا یہ سارا مظاہرہ صرف تحفظِ ناموسِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے جذبے میں ہے۔

علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارے اختلاف کی دوسری بنیاد

علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارے اختلاف کی پہلی بنیاد ان کے اکابر کی وہ عبارتیں ہیں جو اہانتِ رسول اور انکارِ ضروریاتِ دین پر مشتمل ہیں۔ جنہیں آپ گذشتہ اوراق میں پوری تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ——— اگر آپ کی نگاہ میں ہمارے ایمانی احساسات کی کوئی قیمت ہے تو آپنے اچھی طرح اندازہ لگالیا ہوگا کہ ان اہانت آمیز عبارتوں کے ردعمل میں علمائے دیوبند کے خلاف ہماری نفرت و بیزاری صرف جذبۂ حبِ رسول پر مبنی ہے۔ اور جب تک ہم زندہ ہیں یہ جذبہ بھی زندہ رہے گا۔

یہی ایک بنیاد ان سے ہماری علیحدگی کے لئے بہت کافی تھی جبکہ یہ معلوم کرکے آپ حیران رہ جائیں گے کہ اس کے علاوہ علمائے دیوبند کے کچھ مخصوص عقائد بھی ہیں جو فاصلہ بڑھانے میں نہایت اہم رول ادا کرتے ہیں۔ ان عقائد کی تفصیل کتابوں کے حوالوں کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ فرمایئے ———

(۱) امتی عمل میں انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں ——— (تحذیر الناس)

(۲) صریح جھوٹ سے انبیاء کا محفوظ رہنا ضروری نہیں ہے ——— (تصفیۃ العقائد)

(۳) کذب کو شانِ نبوت کے منافی سمجھنا غلط ہے ——— (تصفیۃ العقائد)

(۴) انبیاء کو معاصی سے معصوم سمجھنا غلط ہے ——— (تصفیۃ العقائد)

(۵) نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانے سے نمازی مشرک ہوجاتا ہے ——— (صراط مستقیم)

(۶) نماز میں نبی کا خیال زنا کے خیال اور گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے ——— (صراطِ مستقیم)

(۷) خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے ——— (یکروزی)

(۸) خدا کو زمان و مکان سے منزہ سمجھنا گمراہی ہے ——— (ایضاح الحق)

(۹) جادوگروں کے شعبدے انبیاء کے معجزات سے بڑھکر ہوتے ہیں۔ (منصب امامت)

(۱۰) صحابۂ کرام کو کافر کہنے والا سنت جماعت سے خارج نہیں ہے ——— (فتاویٰ رشیدیہ)

(۱۱) محمد یا علی جس کا نام ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں ——— (تقویۃ الایمان)

(۱۲) ہر مخلوق چھوٹا ہو (جیسے عام بندے) یا بڑا (جیسے انبیاء و اولیاء) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے ——— (تقویۃ الایمان)

(۱۳) جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن اپنا وکیل اور سفارشی سمجھتا ہے وہ ابوجہل کے برابر مشرک ہے ——— (تقویۃ الایمان)

(۱۴) رسول بخش، نبی بخش، غلام معین الدین اور غلام محی الدین نام رکھنا شرک ہے (تقویۃ الایمان)

(۱۵) "رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن" ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ امتی بھی رحمۃ للعلمین ہوسکتے ہیں ——— (فتاویٰ رشیدیہ)

(۱۶) بزرگانِ دین کی فاتحہ کا تبرک کھانے سے دل مردہ ہوتا ہے ——— (فتاویٰ رشیدیہ)

(۱۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے بھائی ہیں ہم انکے چھوٹے بھائی ہیں۔ (تقویۃ الایمان)

(۱۸) یہ کہنا کہ خدا اور رسول چاہے گا تو فلاں کام ہوجائیگا شرک ہے ——— (بہشتی زیور)

(۱۹) کسی نبی یا ولی کے مزارات کی زیارت کے لئے سفر کرنا، ان کے مزار پر روشنی کرنا، فرش بچھانا، جھاڑو دینا، لوگوں کو پانی پلانا اور ان کے لئے وضو اور غسل کا انتظام کرنا شرک ہے ——— (تقویۃ الایمان)

اپنے قارئین کرام سے درخواست کروں گا کہ انصاف و دیانت کے ساتھ آپ دیوبندی مکتبِ فکر کے ان مخصوص عقائد پر غور فرمائیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن سے عقیدۂ توحید کے تقدس کو ٹھیس پہنچتی ہے اور کچھ وہ ہیں جو شان منصبِ رسالت کو مجروح کرتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہیں اگر صحیح مان لیا جائے تو دنیا کے نوے کروڑ مسلمانوں کے ایمان و اسلام کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے اور بات یہیں تک نہیں رکتی بلکہ صدیوں پر مشتمل ماضی کے وہ لاکھوں اسلاف کرام بھی زد میں آجاتے ہیں جنہوں نے ان عقائد و اعمال کے مخالف سمت کو اسلامی عقائد و اعمال کی حیثیت سے قبول کیا ہے۔

تھوڑی دیر کے لئے اہلِ بریلی کو ایک کنارے رکھئے اور اپنے مذہبی شعور کی بنیاد پر آپ خود بتایئے کہ کیا ان عقائد و اعمال کی صحت سے آپ اتفاق کرتے ہیں۔ اور بغیر کسی تردد کے ہاں یا نہیں میں اس بات کا بھی دوٹوک فیصلہ کیجئے کہ کیا آج کا مسلم معاشرہ انہی عقائد و اعمال کی بنیاد پر قائم ہے ـــــ اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو ان علمائے حق کے بارے میں آپ صاف صاف اپنے خیال کا اظہار کیجئے۔ جنہوں نے علمائے دیوبند کے ان خانہ زاد عقائد و اعمال سے اختلاف کیا ہے اور اسلام کے ایک پُر جوش محافظ کی حیثیت سے امت کو ان گندے عقائد سے بچانے کی بھرپور جدوجہد کی ہے اور عین اس کے مخالف سمت میں اسلام کے صحیح عقائد کے ساتھ انھیں منسلک رکھا ہے۔

اب جمہور مسلمین ہی کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان علمائے حق کا یہ عظیم کارنامہ ان کے حق میں ہے یا ان کے خلاف ہے اور اپنے گراں قدر خدمات کے ذریعہ ان علمائے حق نے امت میں تفرقہ ڈالا ہے یا انھیں ٹوٹنے سے بچایا ہے۔

اگر اس حقیقت سے آپ اتفاق کرتے ہیں کہ آج بھی روئے زمین کے جمہور مسلمین کا وہی مذہب ہے جس کی حمایت ان علمائے نے اپنی زبان و قلم سے کی ہے تو اس

حقیقت سے بھی آپ کو اتفاق کرنا پڑے گا کہ جمہور مسلمین کے صحیح پیشوا بھی یہی علماء ہیں۔ جو لوگ دشمن کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ان علماء کے خلاف تفرقہ اندازی کا الزام عائد کرتے ہیں وہ مذہبی تاریخ میں سب سے بڑے احسان فراموش کہلانے کے مستحق ہیں۔ آپ نہ بھی اپنے آپ کو بریلوی کہیں جب بھی آپ کو علمائے بریلی کے اس عظیم الشان کردار کا شکر گذار ہونا پڑے گا کہ انھوں نے آپ کو دیوبند کے غلط مذہب فکر کا شکار ہونے سے بچا لیا ـــــ اور امتِ مسلمہ کو صحیح عقائد و اعمال کے ساتھ منسلک رکھا۔

علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارے اختلاف کی تیسری بنیاد

تیسری بنیاد کے ضمن میں علمائے دیوبند کے وہ فتاویٰ اور تحریرات ہیں جن کے ذریعہ انھوں نے جمہور مسلمین کی مذہبی روایات کو حرام اور بدعت ضلالت قرار دیا ہے۔ ذیل میں آپ ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں ـــــ۔

(۱) انبیاء و اولیاء کے ساتھ توسل کو وہ حرام اور گناہ قرار دیتے ہیں۔

(۲) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بعطائے الٰہی بھی وہ علم غیب کا عقیدہ تسلیم نہیں کرتے۔

(۳) تقویۃ الایمان کی صراحت کے مطابق وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے۔

(۴) وہ محافل میلاد کے انعقاد اور قیام وسلام کو حرام قرار دیتے ہیں۔

(۵) بزرگانِ دین اور امواتِ مسلمین کے لئے ایصالِ ثواب اور عرس و فاتحہ کو وہ حرام کہتے ہیں۔

(۶) مجلس ذکرِ شہادت حسین اور غوث پاک کی فاتحہ گیارہویں اور غریب نواز کی فاتحہ چھٹی کو وہ حرام کہتے ہیں۔

(۷) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کے موقعہ پر وہ خوشی منانے اور جلسہ و جلوس کے انعقاد کو حرام قرار دیتے ہیں۔

(۸) مزاراتِ اولیائ اور مقابر صلحاء پر گنبد کی تعمیر انکے نزدیک حرام ہے۔

(۹) نعرۂ یا رسول اللہ اور یا نبی سلام علیک کو وہ حرام قرار دیتے ہیں۔

(۱۰) عقیقہ و ختنہ اور بسم اللہ کی تقریبات میں اعزاء و اقارب اور احباب کو جمع کرنا ان کے نزدیک ناجائز ہے۔

(۱۱) تیجہ، دسواں، چالیسواں اور شب برات کا حلوہ انکے نزدیک ناجائز ہے۔

(۱۲) شادی بیاہ، منگنی اور چوتھی میں ان کے نزدیک نہ کسی کو بلانا جائز ہے اور نہ کسی کے یہاں جانا جائز ہے۔

(۱۳) شادی کے موقعہ پر سہرا باندھنے کو وہ مشرکانہ فعل قرار دیتے ہیں۔

(۱۴) جو شخص مزارات اولیاء پر چادر چڑھاتا ہو۔ بزرگوں کا عرس کرتا ہو اس کے لڑکے کے ساتھ کسی مسلمان لڑکی کے رشتہ نکاح کو وہ حرام قرار دیتے ہیں اس کے جنازے میں شریک ہونے، اس کی بیمار پرسی کرنے اور اسے سلام کرنے سے بھی یہ لوگ منع کرتے ہیں۔

(۱۵) ارواحِ اولیائ سے فیض حاصل کرنے اور مدد طلب کرنے کو بھی یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں۔

(۱۶) حضور اکرم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سنکر انگوٹھا چومنے کو بھی یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں۔

(۱۷) رجب کے مہینے میں امام جعفر صادق کی فاتحہ کو بھی یہ لوگ حرام کہتے ہیں۔

(۱۸) رمضان المبارک میں ختم قرآن کے موقعہ پر مساجد میں چراغاں کرنے کو بھی یہ لوگ حرام کہتے ہیں۔

(۱۹) اموات مسلمین کی قبروں پر تاریخ وفات کا پتھر نصب کرنے کو بھی یہ لوگ حرام کہتے ہیں

(۲۰) نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو بھی یہ لوگ ناجائز کہتے ہیں۔

(۲۱) عید کے دن معانقہ کرنے اور بغلگیر ہونے کو بھی یہ لوگ حرام کہتے ہیں۔

آپ ہی انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں

علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارے اختلاف کی یہ تیسری بنیاد بھی آپ کے سامنے ہے اب آپ ہی انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں کہ کیا آپ علمائے دیوبند کے ان فتوؤں سے متفق ہیں۔ اور کیا یہ فتوے جمہور مسلمین کی روایات کی مخالفت میں نہیں ہیں ؟ اور کیا ہمارے معاشرے کا مذہبی اور اجتماعی نظام ان فتوؤں سے مجروح نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہے اور یقیناً ہوتا ہے تو آپ ہی فیصلہ کریں کہ ان فتوؤں کے مطابق عام مسلمان صبح سے شام تک اگر حرام ہی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں تو ہمارا اسلامی معاشرہ کہاں ہیں ؟

یہی وہ منزل ہے جہاں واضح طور پر آپ کو علمائے دیوبند اور علمائے بریلی کے درمیان ایک واضح لکیر کھینچنی ہو گی کہ علمائے دیوبند کی ساری محنت اس بات پر صرف ہوئی کہ مسلم معاشرے کے ہر فرد کو گنہگار و حرام کار ثابت کیا جائے۔ اور علمائے بریلی نے اپنے قلم کا سارا زور اس بات پر لگایا کہ جو چیز اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک حرام نہیں ہے اسے کون حرام کہہ سکتا ہے۔ جن مذہبی اور اخلاقی روایات پر ہمارا معاشرہ کھڑا ہے انھیں بلاوجہ حرام قرار دینا علم اور فکر کی گمراہی بھی ہے اور مسلم دشمنی بھی۔

ہمارے قارئین کرام جذبۂ انصاف سے کام لیں تو انھیں ماننا پڑے گا کہ علمائے بریلی کی ساری جدوجہد جمہور مسلمین کی حمایت میں ہے۔ جبکہ علمائے دیوبند کی ساری کوششیں جمہور مسلمین کی مخالفت میں ہیں۔

اب اس سے بڑھ کر ناقدری اور زیادتی کیا ہو گی کہ جو لوگ آپ پر حملہ آور ہیں

وہ آپ کے سب سے بڑے خیر خواہ ہو گئے اور جو علما اپنی جان اور آبرو جوکھم میں ڈال کر آپ کا دفاع کر رہے ہیں انھیں آپ دشمن سمجھتے ہیں۔

حاصل گفتگو

اختلاف کی پہلی بنیاد سے لیکر یہاں تک جو کچھ ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے اس کا مدّعا صرف اتنا ہے کہ آپ اختلافات کی نوعیت کو پوری طرح سمجھ لیں۔ اور ہماری برہمی و بیزاری اور علیحدگی کو کسی اور جذبے پر محمول نہ کریں۔ علمائے دیوبند کے گستاخ قلم کا حملہ ہماری اپنی ذات پر ہوتا تو عفو و درگذر اور مصالحت کی بہت سی راہیں نکل سکتی تھیں لیکن جب انھوں نے منصب رسالت کی عظمتوں کو نشانہ بناکر اللہ اور اس کے پیارے رسول کو اذیت پہنچائی ہے تو اب انکے متعلق جو فیصلہ ہوگا وہیں سے ہوگا۔

کسی بھی عالم کے ساتھ ہمارا رشتہ براہِ راست نہیں ہے بلکہ نبی کے توسط سے ہے، جب اپنا رشتہ وہیں سے کوئی کاٹ لے تو ہمارے ساتھ رشتہ جوڑنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نبی پاک کے ساتھ وفاداری کے جذبے ہی کا یہ تقاضا ہے کہ جب تک ہمارے جسم میں جان ہے۔ نہ یہ کہ ان گستاخوں سے ہم اپنا رشتہ منقطع رکھیں گے، بلکہ ہماری کوشش جاری رہے گی کہ ہر مومن وفادار کا رشتہ ان سے منقطع کرتے رہیں۔

ہمارے خلاف علمائے دیوبند کے الزامات

علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارے اختلافات کی تاریخ ادھوری رہ جائے گی اگر ان الزامات کا ذکر نہ کریں جو علمائے دیوبند نے ہمارے خلاف عائد کئے ہیں۔

- ہمارے خلاف ان کا سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ ہم نے صاحب علم و فضل علمار کی

تکفیر کی ہے اور ہم کفر کا فتویٰ دینے میں بہت بے باک اور غیر محتاط واقع ہوئے ہیں اور اپنے مسلک میں ہم بہت شدت پسند اور متعصب ہیں۔ــــ اس الزام کے دفاع میں اس سے زیادہ اور ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے کہ ہماری کتاب "حسام الحرمین" میں صرف پانچ اشخاص کے خلاف یہ الزام اہانت رسول و انکارِ ضروریاتِ دین کفر کے فتوے صادر کئے گئے ہیں۔ جن پر حرمین طیبین اور بلاد عرب کے اکابر علماء اور مشائخ نے بھی اپنی مہر توثیق ثبت فرمائی ــــ۔

ان میں چار تو یہی اکابر علماء دیوبند ہیں جن کا تذکرہ پہلی بنیاد کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ اور پانچواں مرزا غلام احمد قادیانی کذاب ہے۔

اب اگر کوئی اپنی شامتِ عمل سے ان پانچوں میں سے کسی کے بھی کلماتِ کفریہ کی حمایت کرتا ہے تو اس کے لازمی نتائج اور واجبی تعزیرات کا ذمہ دار وہ خود ہےــــ علمائے بریلی کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ بلاوجہ کسی کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جائے۔ اہانتِ رسول اور کلمۂ کفر کی حمایت کر کے اپنی عاقبت برباد کرنے کا انتظام وہ خود کرتے ہیں، کسی اور کو مطعون کرنے سے کیا فائدہ۔

ایک ضروری نکتہ اس مقام پر اس نکتے کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ جس طرح ایک غیر مسلم کو کلمۂ ایمان و اسلام کے اقرار کے بعد مسلم سمجھنا ضروری ہے۔ اسی طرح ایک مسلم کو اگر وہ معاذاللہ کفر کا مرتکب ہو جائے تو اسے غیر مسلم سمجھنا بھی دین ہی کا ایک فریضہ ہےــــ۔

مخصوص حالات میں یہ ناخوشگوار فریضہ جس طرح علمائے بریلی کو انجام دینا پڑا ہے علمائے دیوبند بھی اس فرض کی ادائیگی میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ ثبوت کے لئے مولانا عبدالماجد دریابادی کی مشہور کتاب "حکیم الامۃ" میں مولانا امین احمد اصلاحی کا یہ خط ملاحظہ فرمائیں۔ یہ خط اس دور کا ہے جب مولانا اصلاحی مدرسۃ الاصلاح سرائے میر ضلع اعظم گڈھ کے منتظم تھے۔ موصوف کے خط کا یہ حصہ خاص طور پر

پڑھنے کے قابل ہے ۔

"مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہو گیا ہے کہ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کافر ہیں ۔ اور چونکہ مدرسہ انہی دونوں کا مشن ہے اس لئے مدرسۃ الاصلاح مدرسۂ کفر و زندقہ ہے ۔ یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسے کے (تبلیغی) جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں" (حکیم الامۃ ص ۴۷۵)

مولانا عبدالماجد دریابادی تھانوی صاحب کے مرید و خلیفہ ہیں اس لئے مولانا امین احسن اصلاحی کا خط موصول ہونے کے بعد انھوں نے ایک معتمد کی حیثیت سے تھانوی صاحب کو ایک مفصل خط لکھا جس میں انھوں نے مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہوئے ان کی عبادت و ریاضت، ان کی نمازِ تہجد اور ان کے زہد و تقویٰ کو ان کے اسلام و ایمان کے ثبوت میں پیش کیا تھا ۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایسے متدین لوگوں کے خلاف کفر کا فتویٰ حلق کے نیچے نہیں اترتا ۔ ۔ تھانوی صاحب نے ان کے خط کا جو جواب دیا ہے وہ یہ ہے ۔

"یہ سب اعمال و احوال ہیں، عقائد ان سے جداگانہ چیز ہے ۔ صحتِ عقائد کے ساتھ فسادِ اعمال و احوال اور فسادِ عقائد کے ساتھ صحتِ اعمال و احوال جمع ہو سکتا ہے ۔" (حکیم الامۃ ص ۴۷۶)

اس جواب کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہے کہ شہرتِ علم و کمال اور فضل و تقویٰ کے باوجود مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کے خلاف مولانا تھانوی نے کفر کا جو فتویٰ صادر کیا ہے وہ درست اور صحیح ہے ۔ تھانوی صاحب کے چاہنے والے معتقدین اس فتویٰ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے یہی تاویل کریں گے کہ مولانا تھانوی نے ان دونوں حضرات کی تحریر یا تقریر میں کفر کی کوئی بات ضرور دیکھی ہو گی ۔ بغیر کسی شرعی وجہ کے انھوں نے کفر کا فتویٰ ہرگز صادر نہیں کیا ہو گا ۔

اب یہی بات اگر ہم تھانوی صاحب اور دیگر اکابر دیوبند پر الٹ دیں کہ ان حضرات کے خلاف بھی جو کفر کا فتویٰ حرمین طیبین سے صادر ہوا وہ بھی بلاوجہ نہیں تھا۔ تکفیر کی کوئی شرعی وجہ ان کی نظر میں ضرور ہوگی۔ جیسا کہ پہلی بنیاد میں اس کی ساری تفصیل آپ کی نظر سے گزر چکی ہے ــــــ اگر مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی شہرت، ان کی تکفیر سے مانع نہیں ہوتی تو اکابر دیوبند کے حق میں آسمان سے کون سی وحی نازل ہوتی ہے کہ کفر اور اہانتِ رسول کے جرم کے ارتکاب کے باوجود انہیں تکفیر سے مستثنیٰ رکھا جائیگا۔

تصلب اور شدت پسندی کے الزام کا جواب

ہمارے خلاف علمائے دیوبند کا یہ الزام بھی ہے کہ ہم اپنے مسلک میں نہایت متصلب اور شدت پسند واقع ہوئے ہیں۔ اس الزام کا اس سے زیادہ موزوں اور مؤثر جواب کوئی اور نہیں ہو سکتا کہ ہم انھیں آئینہ دکھائیں کہ آپ خود اپنی تصویر اس آئینہ میں دیکھ لیں پھر کسی پر انگلی اٹھائیں ــــــ۔

ابھی مولانا امین احسن اصلاحی کے خط میں تھانوی صاحب کا فتویٰ بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر بھی چونکہ انہی کافروں کا مشن ہے اس لئے وہ بھی مدرسۂ کفر و زندقہ ہے۔ یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسہ کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و زندیق ہیں۔

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ اس سے زیادہ مسلک کی شدت پسندی اور کیا ہوگی تھانوی صاحب اپنے مسلک میں اتنے شدت پسند ہیں کہ جن لوگوں کو وہ بددین سمجھتے ہیں ان کی تحریر بھی وہ اپنے معتقدین کو نہیں پڑھنے دیتے۔ "کمالاتِ اشرفیہ" نامی کتاب میں ان کے ملفوظات کا مرتب ان کا یہ ملفوظ نقل کرتا ہے۔

"بددین آدمی اگر دین کی بھی باتیں کرتا ہے تو ان میں ظلمت لپٹی ہوتی ہے۔ ان کی تحریر کے نقوش میں بھی ایک گونہ ظلمت لپٹی ہوتی ہے

اس لئے بے دینوں کی صحبت اور بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہ کرنا چاہئے،،

(کمالاتِ اشرفیہ صہ ۵۵)

اب ہماری مظلومی کے ساتھ انصاف کیجئے کہ جن لوگوں کو اہانتِ رسول اور ضروریات دین کے انکار کے الزام میں ہم بے دین سمجھتے ہیں، اگر ہم بھی ان کی صحبت انکی تقریروں اور ان کی تحریروں کے بارے میں یہی شدت اختیار کریں تو ہم کیوں لائق گردن زنی ٹھہرائے جائیں ـــــ شریعت کی جو مصلحت ان کے سامنے ہے وہ ہمارے سامنے بھی کیوں نہیں ہونی چاہیئے؟

شدت پسندی کی ایک اور مثال

جو لوگ ندوہ کی تاریخ سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ دیوبند کے اکابر ندوہ کے سخت مخالف تھے۔ یہاں تک کہ ندوہ کے ناظم مولانا محمد علی مونگیری جب ندوہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی دعوت لے کر مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب سے ملنے دیوبند گئے تو انھوں نے نہ صرف دعوت قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ ملنے سے بھی انکار کیا۔ یہاں تک کہ جب مولانا مونگیری کی طرف سے اصرار ہوا کہ آپ خود شریک نہیں ہو سکتے ہیں تو کم از کم اپنے کسی آدمی کو شرکت کی اجازت دے دیجئے تو اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا ـــــ

"مجھے معلوم کرایا گیا ہے کہ انجام اس کا بخیر نہیں۔ اس واسطے میں اپنی طرف سے کسی کو اجازت نہیں دے سکتا،،

(تذکرۃ الرشید ج ۲ صہ ۲۰۵)

"انجام اس کا بخیر نہیں،، اس الہام خداوندی کا اس سے زیادہ واضح ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ آج ندوہ پر دیوبندی فرقے کا تسلط ہو گیا ہے۔

اور انجام کی وحشت ناک تصویر اور نمایاں ہو جائے گی اگر اس کا آغاز بھی آپ نظر میں رکھیں۔

مولانا شبلی نعمانی کے بارے میں اہلِ علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ ندوہ کے بانیوں میں ایک مؤثر شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا ایک مضمون مقالاتِ شبلی کے حصۂ ششم میں شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون اس وقت کا ہے جب مولانا شبلی سے ندوہ کے ناظم کی چشمک ہو گئی تھی۔ بتدریج اختلافات یہاں تک بڑھے کہ مولانا کی حمایت میں ندوہ کے طلبہ نے اسٹرائک کر دیا۔ اس کے بعد کی سرگزشت خود مولانا کے قلم سے پڑھئے۔ لکھتے ہیں

”عین اسی حالت میں مولود شریف کا زمانہ آیا اور طلبہ نے جیسا ہمیشہ کا معمول تھا مولود شریف کرنا چاہا۔ لیکن اس خیال سے کہ مولود شریف میں بیان کروں گا وہ مولود سے روکے گئے اور تین دن تک یہ مرحلہ رہا۔ آخر لوگوں نے سمجھایا کہ مولود کے روکنے سے شہر میں عام برہمی پھیلے گی مجبوراً شرطوں اور قیدوں کے ساتھ مولود شریف کی منظوری دی گئی“ (مقالاتِ شبلی ج ۶ ص ۱۳۱)

لیکن کیا آج بھی دار العلوم ندوۃ العلماء کے احاطے میں محفلِ مولود شریف کے انعقاد کی اجازت مل سکتی ہے؟ کیا آج بھی ہمیشہ کا یہ معمول وہاں کے طلبہ میں زندہ اور باقی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ اب ندوہ پر اہلِ دیوبند کا غاصبانہ قبضہ ہے۔

غور فرمائیے! وہ آغاز تھا اور یہ انجام ہے۔ اور غضب یہ ہے کہ گنگوہی صاحب کا الہام انجام ہی کے بارے میں ہے۔ آغاز کے بارے میں نہیں ہے ــــــ۔

شدت پسندی کا ایک اور مکروہ نمونہ

دیوبندی مذہب کے مشہور پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی اپنے مسلک میں کتنے شدت پسند تھے اس کی ایک مثال ندوہ کے سلسلے میں آپ پڑھ چکے۔ اب انکی شدت پسندی، سخت مزاجی کا ایک اور

مکروہ نمونہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

بزرگانِ دین اور ان کے مزاراتِ طیبات سے انھیں اتنی سخت نفرت تھی کہ وہ ان کے عرسوں سے بھی سخت نفرت کرتے تھے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے مشہور بزرگ قطب عالم حضرت عبد القدوس گنگوہی کا مزارِ مبارک اسی گنگوہ میں ہے جو مولوی رشید احمد صاحب کا وطن مالوف ہے۔ ان کی طرف سے مولوی صاحب کے دل میں کتنی کدورت تھی اور وہ ان کے عرس شریف سے کس قدر نفرت کرتے تھے اس کا اندازہ آپ مولوی زکریا شیخ الحدیث سہارنپور کی اس تحریر سے لگائیے۔۔۔۔۔۔

موصوف اپنی کتاب "تاریخ مشائخ چشت" میں لکھتے ہیں۔

"حضرت شاہ عبد القدوس کا عرس جس کے بند کرنے پر آپ قادر نہ تھے وہ اس درجہ آپ کو اذیت پہنچاتا تھا کہ آپ کو صبر کرنا دشوار تھا۔ اول اول آپ ان دنوں گنگوہ چھوڑتے اور رامپور تشریف لے جاتے۔ مگر آخر میں اس اذیت قلبی کے برداشت کرنے کی آپ کو تکلیف دی گئی تو یہ زمانہ بھی آپ کو اپنی خانقاہ میں رہ کر گذارنا پڑا۔

موسم عرس میں آپ کو اپنے منتسبین کا آنا بھی اس درجہ ناگوار ہوتا تھا کہ آپ اکثر ناراض ہوجاتے اور ان سے بات چیت کرنا چھوڑ دیتے۔ ایک بار جناب مولوی محمد صالح صاحب جالندھری جو آپ کے خلفاء اور مجازین میں سے تھے آپ کی زیارت کے شوق میں بیتاب ہو کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اتفاق سے عرس کا زمانہ تھا۔ اگرچہ آنے والے خادم کو اس کا وہم بھی نہ گذرا۔ مگر حضرت امام ربانی نے بجز سلام کا

جواب دینے کے ان سے یہ بھی نہ پوچھا کہ روٹی کھائی یا نہیں اور کب آئے اور کیوں آئے۔

مولوی محمد صالح صاحب کو دو دن اسی طرح گذر گئے۔ حضرت کا رخ پھرا ہوا دیکھنا ان کو اس درجہ شاق گذرتا تھا کہ اس کو انھی کے دل سے پوچھنا چاہئے۔ آخر اس حالت کی تاب نہ لاکر حاضرِ خدمت ہوئے اور رو رو کر عرض کیا کہ حضرت مجھ سے کیا قصور ہوا جس کی یہ سزا مل رہی ہے۔ معذرت کے طور پر عرض کیا کہ حضرت خدا شاہد ہے مجھے تعرس وغیرہ کے ساتھ ابتدا ہی سے شوق نہیں۔ واللہ نہ اس وقت میں اس خیال سے گنگوہ آیا۔ اور نہ آج کل یہاں عرس ہونے کا مجھے علم تھا۔

حضرت امام ربانی نے فرمایا کہ اگرچہ تمہاری نیت عرس میں شرکت کی نہیں تھی۔ مگر جس راستے میں دو آدمی عرس کے آنے والے آرہے تھے اس میں تیسرے تم تھے"۔

(تاریخ مشائخ چشت ص ۲۹۴)

اب قارئین کرام ہی انصاف فرمائیں کہ اس سے بڑھ کر اپنے مسلک میں شدت پسندی اور کیا ہوسکتی ہے کہ ان کا مرید عرس شریف میں شرکت کی غرض سے گنگوہ نہیں گیا تھا بلکہ اپنے پیر کی ملاقات کے لئے وہاں حاضر ہوا تھا۔ لیکن صرف اتنی سی بات پر کہ وہ عرس کے زمانے میں گنگوہ کیوں آیا اسے ایسی ذلّت آمیز سزا دی کہ جیسے اس سے کوئی بہت بڑا گناہ سرزد ہوگیا ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی کو قطب عالم کے عرس سے اتنی ہی نفرت تھی تو وہ سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں مرید ہی کیوں ہوئے جبکہ اس سلسلے کے سارے اکابر جن میں خواجۂ خواجگانِ چشت حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے لے کر

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار، بابا فرید شکر گنج، محبوب الٰہی حضرت نظام الدین، حضرت صابر پاک، حضرت چراغ دہلی، حضرت بندہ نواز گیسو دراز، حضرت ترک پانی پتی، حضرت شیخ عبدالحق ردولوی، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری، حضرت اخی سراج، حضرت علاء الحق پنڈوی اور حضرت سلطان اشرف جہانگیر سمنانی تک کون ایسا بزرگ ہے جس نے اپنے پیروں کا عرس شریف نہ کیا ہو۔

تعجب ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی صرف اتنی سی بات پر کہ عرس کے زمانے میں ان کا مرید کیوں آیا اس سے منہ پھیر لیا۔ لیکن سلسلۂ چشتیہ کے جو مشائخ کبار ساری زندگی اپنے پیروں کا عرس کرتے رہے انھیں وہ اپنا پیر دستگیر مانتے ہیں۔ یہ سوال گنگوہی صاحب کے سر پر تلوار کی طرح لٹک رہا ہے کہ جو پیر گنگوہی صاحب کے مسلک کے مطابق خود محرمات و بدعات میں مبتلا ہو وہ کسی کا ہاتھ پکڑ کر خدا رسی کی منزل تک کیونکر پہنچا سکتا ہے۔

ہمارے خلاف علمائے دیوبند کا دوسرا الزام

جن لوگوں کے اعتقادی مفاسد پر امام اہلسنّت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے اپنے قلم کا نشتر چلایا تھا وہ زخموں کی تاب نہ لاکر زندگی بھر کراہتے رہے۔ انتقام ہر زخمی کا فطری تقاضا ہے اور فطرت ہی کا یہ بھی داعیہ ہے کہ جب آدمی دشمن پر قابو نہیں پاتا تو دشنام تراشیوں پر اتر آتا ہے۔ چنانچہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ علم و استدلال کے ذریعہ جو لوگ اپنے خلاف اہانت رسول کے الزام کا دفاع نہیں کر سکے انھیں اپنے جذبۂ انتقام کی تسکین کی یہی صورت نظر آئی کہ جس طرح بھی ممکن ہو "مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی" کی شخصیت کو مجروح کیا جائے۔

علمی جلالت اور کردار کے تقدس پر انگلی رکھنے کی کوئی جگہ نہ مل سکی تو یہ الزام

تراشا گیا کہ انھوں نے سنتوں کی بجائے بدعتوں کو زندہ کیا ہے۔ حالانکہ مجدد ہونے کی حیثیت سے احیائے سنّت اور امتیاز میان حق و باطل ہی اعلیٰحضرت کا اصل کارنامہ ہے جس کی بیشمار مثالیں ان کے فتاویٰ کی ضخیم مجلدات میں جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں۔

اس طرح کے الزام تراشنے والوں میں شیخ دیوبند مولوی حسین احمد صاحب صدر جمیعہ علمائے ہند کا نام سرِورق پر ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کو پانی پی پی کر تقریباً چھ سو گالیاں دی ہیں۔ انہی میں ایک گالی "مجدد البدعات" کی بھی ہے جس سے ان کی کتاب کا ہر ورق داغدار ہے ـــــ

لیکن اس مقام پر اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے کردار کی ارجمندی کو بار بار سلام کرنے کو جی چاہتا ہے کہ ان کے خلاف کذب بیانی اور الزام تراشی کا کاروبار کرنے والے اپنی ہزار دشمنی کے باوجود اب تک یہ الزام ان پر عائد نہ کر سکے کہ وہ بدعتوں کے موجد بھی ہیں۔

"مُجَدِّدْ" اور "مُوجِدْ" کے درمیان جو معنوی فرق ہے وہ اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے۔ اب جو لوگ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کو "مجدد البدعات" کہتے ہیں انھیں یہ بتانا ہوگا کہ جن بدعات کو انھوں نے زندہ کیا ہے ان کا موجد کون ہے۔ اور اپنی کارگذاریوں کی یہ رپورٹ بھی پیش کرنی ہوگی کہ علمائے دیوبند نے ان موجدین کو کتنی گالیاں دی ہیں۔

اس وقت میرا موضوع یہ نہیں ہے ورنہ میرے پاس ان بدعات کی ایک لمبی فہرست ہے جن کی ایجاد کا سہرا خود علمائے دیوبند کے سر بندھتا ہے۔ وقت اگرچہ نہیں ہے لیکن مقام کی مناسبت سے علمائے دیوبند کی ایجاد کردہ بدعات کی طرف ایک ہلکا سا اشارہ کرکے گذرنا چاہتا ہوں تاکہ الزام بغیر سند کے نہ رہے ـــــ

ذیل میں ان بدعتوں کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) دفع بلا اور قضائے حاجات کے نام پر مدرسہ کی مالی منفعت کے لئے ختم بخاری شریف کی بدعت کا موجد کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

(۲) نماز جنازہ کے لئے انتظامی مصلحت کی بنیاد پر نہیں بلکہ غلط اعتقاد کی بنیاد پر احاطۂ دارالعلوم میں ایک جگہ مخصوص کرنے کی بدعت کا موجد کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

(۳) مسلم میت کے کفن کے لئے "کھدر" کی شرط لگانے اور کھدر کے بغیر نماز جنازہ پڑھنے اور پڑھانے سے انکار کر دینے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود شیخ دیوبند مولوی حسین احمد ہیں۔

(۴) وراثت انبیاء کی سند تقسیم کرنے کے لئے اہتمام و تداعی کے ساتھ صد سالہ اجلاس منعقد کرنے اور ایک نامحرم اور مشرک عورت کو اسٹیج پر بلا کر اسے کرسی پر بٹھانے اور اپنے مذہبی اکابر کو اس کے قدموں میں جگہ دینے کی بدعتِ سئیہ کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

(۵) دینی درس گاہ کے احاطے میں مشرکانہ الفاظ پر مشتمل قومی ترانے کے لئے "قیام تعظیمی" کی بدعت سئیہ کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے

(۶) کانگریسی امیدوار کو کامیاب بنانے کے لئے انتہائی جد و جہد کو مذہبی فریضہ سمجھنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود شیخ دارالعلوم دیوبند ہیں۔

(۷) اپنے اکابر کی موت پر "اہتمام تداعی" کے ساتھ جلسۂ تعزیت منعقد کرنے اور ضلالت و اباطیل پر مشتمل منظوم مرثیہ پڑھنے اور پڑھانے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دارالعلوم دیوبند ہے۔

(۸) بالالتزام کسی متعین نماز کے بعد نمازیوں کو روک کر ان کے سامنے تبلیغی نصاب کی تلاوت کرنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علمائے دیوبند ہیں۔

⑨ کلمہ و نماز کی تبلیغ کے نام پر چلہ اور گشت کرنے اور کرانے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علمائے دیو بند ہیں۔

⑩ دار العلوم دیو بند میں صدر جمہوریہ کی آمد کے موقعہ پر قومی ترانے کے احترام میں کھڑے ہونے کا حکم صادر کرنے والے بھی اکابر دیو بند ہیں جو اسوقت اسٹیج پر موجود تھے۔ اب وہی بتائیں کہ یہ بدعت کی کون سی قسم ہے۔

یہ اور اس طرح کی بے شمار بدعات و منکرات ہیں جنکی ایجاد کا سہرا علمائے دیو بند کے سر ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ امام اہلسنّت اعلیحضرت فاضل بریلوی کو بدعتی کہتے نہیں تھکتے۔

علمائے دیو بند ہر نو ایجاد چیز پر بے دریغ بدعت ضلالت ہونے کا حکم صادر کر دیتے ہیں اور اسے حرام قرار دے کر مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کے نئے نئے فتنے برپا کر دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر محفل میلاد ہی کو لے لیجئے۔ اس کے بدعت ضلالت اور حرام ہونے کی ان کے پاس سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ سات سو برس کی نو ایجاد بدعت ہے۔ موجودہ ہیئت کے ساتھ نہ وہ عہد رسالت میں موجود تھی اور نہ عہدِ صحابہ و تابعین میں ـــــ۔ لیکن جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اگر آپ حضرات کے یہاں صرف نو ایجاد ہونے کی بنیاد پر محفل میلاد بدعت ضلالت ہے تو وہ جن اجزاء پر مشتمل ہے ان میں سے کسی چیز کے بارے میں نشاندہی کیجئے کہ وہ کسی سنت کو مٹاتا ہے یا شریعت کے کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں آتا ہے تو سوائے خاموشی کے ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا

مثال کے طور پر محفلِ میلاد کے اجزاء یہ ہیں

① اعلانِ عام ② فرش و تخت اور شامیانہ وغیرہ ③ روشنی ④ بخور و عطریات و گلاب ⑤ شیرینی ⑥ مجمع مسلمین ⑦ ذاکر و میلاد خواں ⑧ ذکرِ الٰہی و ذکر رسول

⑨ قیام وسلام۔

ان سارے اجزاء میں سے سوائے قیام وسلام کے کوئی جزایسا نہیں ہے جس پر ان حضرات کا جلسۂ سیرت، یا جلسۂ وعظ، یا جلسۂ تبلیغ، یا جلسۂ دستار بندی یا جلسۂ تنظیم وجماعت پر مشتمل نہ ہو۔ اعلان عام بھی ہے، فرش وتخت اور شامیانہ بھی ہے، روشنی بھی ہے، مجمع بھی ہے، واعظ ومقررین بھی ہیں۔ اس لئے ان میں سے کسی چیز کو بدعت ضلالت کہہ کر اسے حرام قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود اپنے ہی جلسوں کے خلاف حرام ہونے کا فتویٰ دیں ـــــ۔

اب رہ گیا معاملہ قیام وسلام کا تو یہ بھی ان کے یہاں وجہ حرمت نہیں ہے کیونکہ بدونِ قیام بھی محفلِ میلاد ان کے یہاں حرام ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں ان کے مشہور پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے تحریر فرمایا ہے ـــــ۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ محفل میلاد کی حرمت کی وجہ غلط روایتوں کا پڑھنا یا بیان کرنا ہے تو میں عرض کروں گا کہ بروایات صحیحہ بھی محفلِ میلاد ان کے یہاں حرام ہے۔ جیسا کہ اپنے فتاویٰ میں مولوی رشید احمد گنگوہی اس کی بھی تصریح کر چکے ہیں۔

میں نے متعدد مناظروں میں دیوبندی علماء سے سوال کیا کہ جب ہماری محفل میلاد اور آپ حضرات کے جلسۂ وعظ کے اجزاء ایک ہی ہیں تو آپ کا جلسۂ وعظ جائز اور ہماری محفل میلاد حرام کیوں ہے؟ صرف اس وجہ سے تو کوئی چیز حرام یا حلال نہیں ہوسکتی کہ آپ کے جلسہ کا نام جلسۂ وعظ یا جلسۂ سیرت ہے اور ہمارے جلسہ کا نام جلسۂ میلاد ہے۔

جب ان حضرات سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو میں نے عرض کیا کہ ایک ہی وجہِ فرق میری سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقعہ پر جب ساری کائنات میں خوشی کے ڈنکے بج رہے تھے تو شیطان لعین کے گھر میں ماتم بپا تھا۔ وہ شدت غیظ میں اپنے سر پر خاک

ڈال رہا تھا۔

اسے حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تکلیف پہنچی تھی۔ بہت ممکن ہے کہ اس کی پیروی میں آپ حضرات کو ذکرِ ولادت سے تکلیف پہنچتی ہو کیونکہ واقعہ تو گذر چکا اب تو صرف اس کا ذکر ہی باقی رہ گیا ہے۔ آپ حضرات دیوبند میں اپنے دارالعلوم کا جشن صد سالہ مناتے ہیں تو شریعت آپ کا ہاتھ نہیں پکڑتی۔ اور ہمارے جشن عید میلاد النبی پر آپ کا دارالعلوم گرجنے اور برسنے لگتا ہے۔ سچ کہا ہے کہنے والوں نے کہ جب کسی کی ذات سے دل میں کسی طرح کی جلن پیدا ہو جاتی ہے تو اس کے ذکر سے بھی دل جلنے لگتا ہے۔

ایک چبھتا ہوا سوال اور اس کا جواب

میری یہ تحریر پڑھنے کے بعد ہر خالی الذہن شخص کے دماغ کی سطح پر یہ سوال ضرور ابھرے گا کہ ہندوستان میں دیوبندی فرقے کے علاوہ اور بھی بہت سارے باطل فرقے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ کسی اور فرقے کے خلاف علمائے اہلسنت اس طرح صف آرا نظر نہیں آتے جیسی صف بندی ان کے یہاں اہلِ دیوبند کے مقابلے میں نظر آتی ہے۔

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بحمدہٖ تعالٰی علمائے اہلسنت نے ہر باطل فرقے کے خلاف تحریر و تقریر اور بحث و مناظرہ کے ذریعہ ردو ابطال کے فرائض جس گرم جوشی اور دیانتداری کے ساتھ انجام دیئے ہیں وہ مہرِ نیم روز کی طرح روشن ہیں۔ دین حق کے خلاف اٹھنے والے فتنے کی سرکوبی کے سلسلے میں ہم نے کبھی اہلِ زمانہ کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کیا ہے۔ شیعوں، قادیانیوں اور غیر مقلدین وغیرہ کے رد میں امام اہلسنت اعلیحضرت فاضل بریلوی کے بہت سارے رسائل لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ ان کے بعد ان کے خلفاء، تلامذہ اور منوسلین و متبعین نے تحریرات و خطبات کے ذریعہ

جو خدمات انجام دی ہیں ان کے اثرات سے زمین کا کوئی خطہ بھی خالی نہیں ہے ــــ ایسی بات ہرگز نہیں ہے کہ دوسرے فرقہائے باطلہ کے لئے کوئی نرم گوشہ ہمارے دلوں میں موجود ہے ــــ۔

دیوبندی فرقے کے خلاف شدت پسندی کی وجوہات

اب رہ گئی یہ بات کہ دیوبندی فرقے کے خلاف علمائے اہلسنت کا رویہ اتنا سخت کیوں ہے تو اس کی متعدد وجوہات ہیں جنھیں ٹھنڈے دل سے پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے ــــ۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ جن کفریات وضلالت کی وجہ سے دیوبندی فرقے کے ساتھ ہمارا بنیادی اختلاف ہے ان کا تعلق عقائد سے ہے اور وہ عقائد یا تو ان کے دلوں میں ہیں یا ان کی کتابوں کے اوراق میں چھپے ہوئے ہیں۔ اب جہاں تک عمل کا تعلق ہے تو وہ بھی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ ظاہر میں بالکل ہماری ہی طرح وہ بھی نماز پڑھتے ہیں۔ بالکل ہماری ہی طرح وہ بھی اذان دیتے ہیں، بالکل ہماری ہی طرح وہ بھی تراویح پڑھتے ہیں، بالکل ہماری ہی طرح وہ بھی عیدین کی نماز پڑھتے ہیں۔ ظاہری سطح پر ان کے ظاہر میں کوئی ایسی واضح علامت موجود نہیں ہے جس کے ذریعہ سادہ لوح مسلمانوں کو ان کی شناخت ہو سکے۔ اس لئے ان کے متعلق عوام کا غلط فہمی میں مبتلا ہونا بالکل یقینی امر ہے اسی بنیاد پر یہ ضرورت داعی ہوتی ہے کہ عقیدے کی سطح سے عوام میں ان کا اتنا واضح تعارف کرایا جائے کہ انھیں پہچاننے میں کوئی دشواری پیدا نہ ہو۔

لیکن جہاں تک شیعوں کا تعلق ہے تو جہاں انھوں نے اذان دی یا نماز کی نیت باندھی تو فوراً پتہ چل گیا کہ یہ اور ہیں اور ہم اور ہیں۔ یہی حال غیر مقلدین کا بھی ہے۔ ان کی فرض نمازیں، ان کی وتر، اور ان کی تراویح اور ان کی عیدین کی

نمازیں، چیخ چیخ کر عوام کو تنبیہ کر دیتا ہے کہ یہ دوسرے مذہب کے لوگ ہیں۔ اس لئے عوام کو ان سے خبردار کرنے کی اتنی سخت ضرورت نہیں ہے جتنی سخت ضرورت عوام کو دیوبندی فرقے سے بچانے کی ہے۔

دیوبندی حضراتؔ سنی عوام کو کس طرح بدعقیدہ بناتے ہیں

یہ گھس پیٹھئے ہیں جو ہماری صفوں میں گھس کر اور رہمارا بن کر ہمارے عوام کو مختلف ترکیبوں سے قریب کرتے ہیں۔ اور وہ جب سمجھ لیتے ہیں کہ ہمارا تیر نشانے پر بیٹھ گیا تو وہ مختلف طریقوں سے انھیں اپنی جماعت کے اکابر کا عقیدتمند بناتے ہیں اور اس کے بعد انھیں اتنا بدل دیتے ہیں کہ وہ اہلسنت کے ان سارے عقائد و روایات کو جنھیں وہ ایمان کی طرح عزیز رکھتے تھے اب شرک و بدعت سمجھنے لگتے ہیں۔ اور کچھ دنوں کے بعد ان کے دلوں پر بدبختیوں کی ایسی مہر لگ جاتی ہے کہ نہ وہ قرآن کی کوئی بات سنتے ہیں اور نہ حدیث کی ____ واضح رہے کہ یہ ساری باتیں میں مفروضے کے طور پر نہیں لکھ رہا ہوں بلکہ ہمارے دن رات کے مشاہدات ہیں۔ ان حالات میں اہلسنت کے سادہ لوح عوام کو انبیاء و اولیاء کی جناب میں بدعقیدہ ہونے سے بچانے کے لئے ہمارے پاس سوا اسکے اور کیا راستہ ہے کہ ہم اپنے عوام کو دیوبندیوں کے عقائد اور ان کے مکر و فریب کے ہتھکنڈوں سے پوری طرح باخبر رکھیں ____۔

دوسری وجہ دیوبندی مذہب کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت پوری طرح آشکار ہو جاتی ہے کہ قرآن حکیم میں منافقین مدینہ کی جو خصلتیں بیان کی گئی ہیں ان ساری خصلتوں کے یہ حقیقی وارث ہیں۔ مثال کے طور پر منافقین کے پاس دو زبانیں تھیں۔ ایک زبان تو وہ تھی جو صرف انکے اپنے لوگوں میں کھلتی تھی۔ اور دوسری زبان وہ تھی جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے جاں نثاروں کے سامنے کھولتے تھے۔ قرآن نے ان کی اس خصلت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور جب وہ نبی کے جانثاروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی تمہاری ہی طرح جانثار ہیں، اور جب تنہائی میں اپنے شیاطین کے ساتھ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو حقیقت میں تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صحابہ کے ساتھ مذاق کر رہے تھے۔

ٹھیک یہی حال دیوبندی فرقے کا بھی ہے۔ ان کے پاس بھی دو زبانیں ہیں ایک زبان تو وہ ہے جو انبیاء اولیاء کے وفاداروں اور عقیدتمندں کے سامنے کھلتی ہے اور دوسری زبان وہ ہے جس زبان میں وہ اپنے گروہ کے لوگوں سے باتیں کرتے ہیں۔

عقیدہ وعمل کے تضاد کا ایک دلچسپ قصہ

اسکی زندہ مثال دیکھنی ہو تو آپ دہلی تشریف لائیے۔ یہاں جمیل الیاسی نام کے ایک مشہور شخص ہیں جو اپنی پیدائشی شرشت وخمیر کے اعتبار سے کٹر دیوبندی وتبلیغی ہیں۔ ان کے نام کے ساتھ "الیاسی" کا پیوند ہی ان کے اندر کا سارا حال بتا دیتا ہے۔ ایک طرف دہلی میں وہ دیوبندیت وتبلیغیت کے اتنے سرگرم مبلغ ہیں کہ شاید ہی دہلی میں کوئی مسجد بچی ہو جسے دہلی وقف بورڈ اور وقف کونسل کے ممبر ہونے کی حیثیت سے انھوں نے تبلیغی جماعت کی چھاؤنی میں تبدیل نہ کر دیا ہو۔

لیکن اب انکی تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے اور سر پیٹیے کہ دہلی کے بائیس خواجگان کی شاید ہی کوئی ایسی درگاہ ہو جہاں عرس کے موقعہ پر وہ پیش پیش نہ رہتے ہوں۔ شری راجیو گاندھی جب پہلی بار وزیر اعظم ہوئے تو ان کی چادر لے کر

یہی حضرت اجمیر شریف گئے اور ان کی طرف سے خواجہ کے مزار شریف پر چڑھایا۔

اور اس سے بھی زیادہ دلچسپ قصہ یہ ہے کہ جس زمانے میں شریمتی اندرا گاندھی وزارت عظمیٰ کی کرسی سے اتار دی گئی تھیں اور اپنی ناکامی کے کرب میں زندگی گذار رہی تھیں تو خوش آئند مستقبل کی نشاندہی کرنے والے جوتشیوں کی طرح یہ حضرت بھی ایک دن وہاں پہنچ گئے اور اندرا گاندھی سے کہا کہ دنیا میں صرف ایک ہی ذات ہے جو آپ کا گیا ہوا تخت و تاج واپس دلا سکتی ہے۔ اور وہ ہے غوثِ اعظم کی ذات جن کا مزار مبارک بغداد شریف میں ہے ــــ۔

اندرا گاندھی کو اور کیا چاہئے تھا فوراً بغداد شریف کے سفر کا انتظام کرا دیا۔ اور یہ بغداد شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں مزار شریف پر پندرہ دن تک چلہ کش رہے اور واپس آکر اندرا گاندھی کو خوشخبری دی کہ وہاں مجھے مزار شریف سے بشارت ہوئی ہے کہ نو مہینے کے بعد آپ کے دن پلٹ آئیں گے ــــ۔

انصاف کیجئے! اپنے عقیدے کے ساتھ اتنی زبردست جنگ سوائے دیوبندی فرزندوں کے اور کون لڑ سکتا ہے ــــ۔ دیوبندی زبان کے محاورے میں قبروں کی پرستش بھی کرتے رہے اور شرک بتانے والوں کو اپنا امام بھی مانتے رہے ــــ۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ ایسے لوگوں سے بچنا کتنا مشکل ہے جن کے کئی چہرے ہیں۔ دیوبند اور سہارنپور میں کچھ ہے اور بغداد و اجمیر چلے گئے تو کچھ اور بن گئے!

دیوبندی مذہب کا ایک اور جنازہ

جن حضرات نے "تقویۃ الایمان" اور "بہشتی زیور" کا مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ علمائے دیوبند کے نزدیک قبروں سے مدد مانگنا شرک جلی ہے، لیکن اپنے گھر کے بزرگوں کی قبروں کے بارے میں وہ کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسے سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کی کتاب "تاریخ مشائخ چشت" ملاحظہ فرمائیے ــ۔

اپنی اس کتاب میں وہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے پیر و مرشد میاں جی نور محمد جھنجھانوی کے سفرِ آخرت کا ذکر کرتے ہوئے حاجی صاحب کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ اپنے مرض الموت میں ان کے پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا کہ ــــــ۔

میرا ارادہ تھا کہ تم سے مجاہدہ و مشقت لوں گا لیکن مشیت باری سے کوئی چارہ نہیں۔ پیام سفر آخرت آگیا ہے۔ جب حضرت نے یہ کلمات فرمائے تو میں پالکی کی پٹی پکڑ کر رونے لگا۔ حضرت نے تسلی دی اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ ہوگا جو ظاہری زندگی میں ہوتا تھا۔ (ص ۲۰۴)

میاں جی نور محمد کی قبر سے متعلق ایک عبارت ان کی سوانح حیات سے بھی ملاحظہ فرمایئے جو ادارہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون سے شائع ہوئی ہے۔ اور جس پر قاری طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کی تقریظ ہے۔ مصنف کتاب میں لکھتے ہیں کہ ــــــ۔

"حضرت میانجیو رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بھی آپکی روح پُر فتوح سے وہی فیضان و عرفان کا چشمہ جاری ہے، اور آپ کے ارشاد کے مطابق آپکے مزار مقدس سے بھی وہی فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں جو آپکی ذات قدسی صفات سے ہوتے تھے (سوانح حیات میانجیو)"

اب اس دعوے کے ثبوت میں کہ انکے انتقال کے بعد انکی قبر سے بھی وہی فائدہ ہوتا ہے جو انکی ظاہری زندگی میں ہوتا تھا، انکی سوانح حیات کے مصنف نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ــــــ

"ایک بار حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرتؒ کے مزار پر حاضر ہوا اور فاتحہ کے بعد اس نے عرض کی کہ حضرتؒ میں بہت پریشان اور تنگی معاش میں مبتلا ہوں میری کچھ دستگیری فرمایئے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے روز ملا کریں گے

ایک مرتبہ میں زیارت کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفۂ مقررہ قبر کی پائنتی سے ملا کرتا ہے۔" (سوانح میاں جیو ص ۷۹)

انصاف کیجئے! دیوبندی فرقے کی مشہور کتابوں "تقویۃ الایمان، بہشتی زیور اور فتاویٰ رشیدیہ میں نہایت صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ کسی قبر پر حاضر ہو کر مدد مانگنا اور مصیبتوں میں ان سے دستگیری کی درخواست کرنا صریح شرک ہے۔ لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس واقعہ میں شرک کا وہ سارا فتویٰ ایمان کے لباس میں تبدیل ہو گیا۔

اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ جس فرقے کے چہرے پر نفاق کے اتنے دبیز پردے ہوں کہ اپنے ہی مذہب کے عقیدے چھپالیں اس کی پہچان کتنی مشکل ہے۔

دیوبندی فرقے کے اسی دورنگی مذہب کے مفاسد سے بچانے کیلئے علمائے اہلسنت کو ضرورت پیش آئی کہ عوام کو انکے چہرے کے خدوخال سے بار بار واقف کرائیں تا کہ وہ انکے فریب میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں۔

بدعت کی بحث

دیوبندی فرقے کے یہاں بدعت کا لفظ بھی بہت کثیر الاستعمال ہے۔ بات بات پر اہلسنت کو بدعتی کہنا انکی عام بول چال ہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے اہلسنت کا نام ہی بدعتی رکھ دیا ہے۔ جیسا کہ اپنی اسی کتاب تاریخ مشائخ چشت میں مولانا زکریا نے حاجی امداد اللہ صاحب کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ــــــ

"میں کسی کو بیعت کرنے سے اسلئے انکار نہیں کرتا کہ وہ شخص کسی بدعتی کے پنجے میں نہ گرفتار ہو جائے، پھر اللہ تعالیٰ مجھ سے مواخذہ فرماویں کہ وہ تمہارے پاس گیا تھا تم نے کیوں رد کر دیا جس کی وجہ سے وہ ایسی جگہ پھنسا۔" (تاریخ مشائخ چشت ص ۲۶۶)

اس عبارت کا مطلب سوا اسکے اور کیا نکلتا ہے کہ حاجی صاحب چونکہ دیوبندیوں کے پیرو

مرشد ہیں اسلئے تنہا وہی سنت کے طریقے پر ہیں باقی دوسرے مشائخ طریقت تو سراسر بدعتی ہیں

اب اسی مقام پر تصویر کا دوسرا رخ آپ کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ اسی کتاب میں مولانا زکریا نے لکھا ہے کہ حاجی صاحب نے اپنے پیر و مرشد میاں جی نور محمد جھنجھانوی کے مزار پر پتھر کا ایک کتبہ نصب کیا ہے جس پر یہ اشعار کندہ ہے۔

شہر جھنجھانہ ہے اک جائے ہدیٰ	مسکن و ماویٰ ہے جس جا آپ کا
مولیٰ پاک آپ کا ہے اور مزار	اس جگہ تو جان لے اے ہوشیار
اس جگہ ہے مرقدِ پاک جناب	سر جھکاتے ہیں سب شیخ و شاب
جس کو ہو شوق دیدارِ خدا	ان کے مرقد کی زیارت کو وہ جا
دیکھتے ہی اس کے مجھکو ہے یقیں	اس کو ہو دیدارِ رب العٰلمیں

غور فرمائیے! مرقد پاک کی زیارت کرنے کیلئے جانا اور مرقدِ پاک کے دیدار سے رب العٰلمین کا دیدار کرنا کیا ساری باتیں دیوبندی مذہب میں جائز ہیں؟ مولانا زکریا سے سے لیکر دیوبندی فرقے کے سارے اصاغر و اکابر کو میں چیلنج کرتا ہوں کہ تقویۃ الایمان، بہشتی زیور اور فتاویٰ رشیدیہ میں بیان کردہ عقائد کی روشنی میں وہ ثابت کریں کہ یہ اشعار دیوبندی مذہب کے مطابق ہیں۔ لیکن پھر بات وہیں پلٹ کر آتی ہے کہ یہ عمل چونکہ اپنے گھر کے بزرگ کا ہے اس لئے آنکھ بند کر کے اسے جائز ماننا ہی پڑے گا۔

اپنے بزرگوں کی خاطر اصولوں کا خون کرنا دیوبندی فرقے کا یہی دو رنگی مذہب ہے جس کا پردہ چاک کرنے کیلئے علمائے اہلسنت کو کتابیں بھی لکھنا پڑیں، مناظرہ بھی کرنا پڑا اور اسی کلمۂ حق کو اپنی زندگی کا مشن بھی بنانا پڑا۔

۱۷ر محرم الحرام ۱۴۱۳ھ

۱۹ر جولائی ۱۹۹۲ء

(ارشد القادری غفرلہٗ)

بانی و مہتمم جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء نئی دہلی